قیمت: پانچ روپے -/Rs. 5

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

جلد: ۳۴ شمارہ: ۵۲ ۲۴/تا۳۰/دسمبر۲۰۲۱ء — ۱۹/تا۲۵/جمادی الاوّل ۱۴۴۳ھ
Year-34 Issue-52 24 - 30 December 2021 Page 16

انتخابی اخراجات میں ہورہے روزافزوں اضافہ کون ہے

ذمّہ دار؟

الیکشن کمیشن، حکومت ہند یا سیاسی پارٹیاں

انتخابی اخراجات کا موضوع بے حد اہم ہے جس پر ہمارے جمہوری نظام کی شفافیت کا دارومدار ہے اس لیے ضروری ہے کہ انتخابی اخراجات پر قابو پایا جائے۔ — محمد سالم جامعی

انتخابی اخراجات ایک ایسا موضوع ہے جس میں الیکشن کمیشن، سیاسی پارٹیاں اور حکومت ہند تینوں کے ہی اپنے اپنے نظریے ہیں۔ دستوری اعتبار سے انتخابات میں حصہ داری کرنے یا منتخب ہونے کا سب کو ایک جیسا موقع دینے کے لحاظ سے انتخابی ضابطہ اخلاق کے تحت امیدواروں کے انتخابی اخراجات کی ایک حد مقرر کی گئی تھی تاکہ ایسا نہ ہو کہ اقتصادی مضبوطی کے باعث سرمایہ دار طبقہ انتخابات جیت جائے اور نسبتاً کمزور اور غریب یا عام طبقے کا فرد اس میں پیچھے رہ جائے، اس کے لیے مرکزی پالیسی سازوں اور وزارت انصاف نے انتخابی قانون ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۹۵ میں ترمیم کرتے ہوئے موجودہ انتخابی اخراجات کی حد میں دس فیصد اضافہ کرنے کی سفارش کی ہے جس کے پس پشت کورونا وبا کو بتایا گیا ہے۔ اس کے مطابق لوک سبھا انتخابات کے لیے زیادہ سے زیادہ ۷۰ لاکھ سے بڑھا کر ۷۷ لاکھ اور اسمبلی انتخابات کے لیے ۲۸ لاکھ سے بڑھا کر ۳۱ لاکھ ۷۵ ہزار روپے کی جاسکتی ہے۔ اس سے پہلے فروری ۲۰۱۴ء میں انتخابی اخراجات کی حد بڑھائی گئی تھی۔ انتخابی خرچ بڑھانے کے فیصلہ پر عمل کے لیے الیکشن کمیشن نے ایک کمیٹی بھی بنائی تھی۔ الیکشن کمیشن نے انتخابی اخراجات کی تحدید پر عمل کرانے کے لیے کئی طریقے بنا رکھے ہیں جن میں خرچ کی لاگت کو طے کرنا، خرچ پر نظر رکھنے کے لیے معائنہ کاروں کا تقرر کرنا، امیدواروں کے خرچ سے متعلق رجسٹر کی جانچ اور ان کا موازنہ، یہاں تک کہ امیدواروں کے اہم انتخابی پروگراموں کی ویڈیوگرافی کروانا وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان تمام صورتوں کے باوجود انتخابات میں اخراجات کے بڑھتے ہوئے استعمال کو روکنے یا خرچ کی اصلیت کا پتہ لگانے میں کوئی خاص کامیابی نہیں مل سکی ہے۔

(باقی ص۱۴ پر)

اندر پڑھیے

- منفی طرزِ فکر میں زندگی کی تلاش ص۵
- معاشرہ کی چند خرابیاں اور ان کی اصلاح کی تدابیر ص۸
- موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں ص۹
- شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعلیمات اور انسانیت نوازی ص۱۰

متحدہ عرب امارات: حکومت کا اتحاد ریلوے پروگرام شروع کرنے کا اعلان

متحدہ عرب امارات نے اتحاد ریلوے پروگرام شروع کرنے کا اعلان کیا ہے جو ملک بھر میں سامان اور مسافروں کی نقل وحمل کا سب سے بڑا مربوط نظام ہوگا۔ اس پروگرام کے تحت مسافر ٹرینیں چلانے کے لیے اتحاد ریل میں توسیع کی جائے گی اور توقع ہے کہ ۲۰۳۰ء تک ملک کے بڑے شہروں کے درمیان چلنے والی ٹرینوں کے ذریعہ لاکھوں مسافر سفر کر رہے ہوں گے۔ اس سے مسافر ابوظہبی سے دبئی کا فاصلہ ۵۰ منٹ میں اور ابوظہبی سے فجیرہ تک کا فاصلہ ۱۰۰ منٹ میں طے کرسکیں گے۔ سرکاری خبر رساں ادارے وام کی رپورٹ کے مطابق دبئی کے حاکم شیخ محمد بن راشد آل مکتوم اور ابوظہبی کے ولی عہد شیخ محمد بن زید آل نہیان کی موجودگی میں اس پروگرام کا آغاز کیا گیا اور یہ آنے والی دہائیوں میں ریلوے کے شعبے کے لیے ایک مربوط حکمت عملی کا مظہر ہے۔ اس پروگرام میں ریلوے منصوبوں کا ایک قومی نیٹ ورک شامل ہے جو امارات میں شامل اہم شہروں کو ملاتا ہے۔ اتحاد ریل کا پہلا مرحلہ ۲۰۱۶ء سے مکمل طور پر فعال ہے۔ اس میں یو اے ای کی سرحدوں سے باہر تک توسیع کے مواقع بھی موجود ہیں۔ یو اے ای ریلوے پروگرام 'پروجیکٹس آف دا ۵۰' کے تحت آتا ہے۔ اس میں ترقیاتی اور اقتصادی منصوبوں کا ایک سلسلہ ہے۔ اس کا مقصد متحدہ عرب امارات میں ترقی کا عمل تیز کرنا، اسے تمام شعبوں کے ایک جامع مرکز کے طور پر تبدیل کرنا، صلاحیت کار کو بہتر بنانا اور سرمایہ کاروں کے لیے ایک مثالی منزل بنانا ہے۔ متحدہ عرب امارات ریلوے پروگرام کا آغاز دبئی ایکسپو ۲۰۲۰ء میں ۵۰ منصوبوں کی خوشی میں منعقدہ خصوصی تقریب کے دوران کیا گیا ہے۔ اس تقریب میں پروگرام کے مقاصد اور اتحاد ریل منصوبے کے مراحل پر روشنی ڈالی گئی جو سعودی عرب کے ساتھ سرحد پر خویفات کو مشرقی ساحل پر واقع فجیرہ کی بندرگاہ سے ملاتا ہے۔ شیخ محمد نے کہا کہ اتحاد ریل اگلے ۵۰ سال تک یونین کی طاقت کو مستحکم کرنے کا سب سے بڑا منصوبہ ہے۔ یہ یو اے ای کے گیارہ اہم شہروں اور علاقوں کو آپس میں ملائے گا۔ انھوں نے کہا کہ یو اے ای کا بنیادی شہری ڈھانچہ دنیا کے بہترین بنیادی ڈھانچوں میں سے ایک ہے اور اتحاد ریل نقل وحمل کے شعبے میں یو اے ای کی برتری میں مزید اضافہ کرے گی۔ یہ منصوبہ یو اے ای کی ماحولیاتی پالیسی کے مطابق ہے اور اس سے کاربن کے اخراج میں ۷۰ سے ۸۰ فیصد تک کمی آئے گی۔ شیخ محمد نے مزید کہا کہ نیشنل ریلوے پروگرام ہمارے قومی اقتصادی نظام میں انضمام کے حقیقی معنی کی عکاسی کرتا ہے کیونکہ ہم وفاقی اور مقامی سطح پر سرکاری اداروں کے درمیان سب سے بڑی شراکت داری دیکھتے ہیں۔ یہ ملک کی صنعت اور پیداوار کے اہم مراکز کو جوڑنے، نئے تجارتی راستے کھولنے، آبادی کی نقل وحرکت کو آسان بنانے، خطے میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ کام اور زندگی کا ماحول پیدا کرنے کے قومی وژن کی عکاسی کرتا ہے۔ ابوظہبی کے ولی عہد کے دیوان اور اتحاد ریل کے چیئرمین شیخ ثیاب بن محمد بن زید آل نہیان نے کہا کہ یو اے ای ریلوے پروگرام روڈ ٹرانسپورٹ کے شعبے میں اہم سنگ میل ہے۔ اتحاد ریل کے چیف ایگزیکیٹو آفیسر شیدی ملاک نے بتایا کہ ریلوے پروگرام ۲۰۳۰ء تک نو ہزار سے زیادہ ملازمتیں فراہم کرے گا۔ یو اے ای ریلوے پروگرام پر تقریباً ۱۳ء۶ / ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی جا رہی ہے۔ یہ پروگرام ماحولیات کے تحفظ اور کاربن غیر جانبداری کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یو اے ای کی کوششوں کی حمایت کرتا ہے۔ یو اے ای ریلوے پروگرام میں تین اہم منصوبے شامل ہیں۔ پہلا منصوبہ فریٹ ریل ہے جس میں اتحاد ریل فریٹ سروسز بھی شامل ہیں۔ دوسرا منصوبہ ریلوے مسافروں کو خدمات مہیا کرنے سے متعلق ہے۔ اس کا مقصد یو اے ای کے گیارہ شہروں کو السیلا سے فجیرہ تک ملایا جائے گا۔ ۲۰۳۰ء تک اس کے مسافروں کی تعداد سالانہ تین کروڑ ۳۶ لاکھ سے زیادہ تک پہنچنے کا امکان ہے۔

تیسرا منصوبہ مربوط ٹرانسپورٹیشن سروس سے متعلق ہے۔ اس کے تحت ایک ہی مربوط اسمارٹ ٹرانسپورٹیشن کے انضمام کو یقینی بنانے کے لیے ایک اختراعی مرکز قائم کیا جائے گا۔ یو اے ای کے شہروں کے اندر نقل وحمل کو آسان بنانے کے لیے ہلکی ریل کا نیٹ ورک مسافر ریلوے نظام سے منسلک کیا جائے گا۔ مزید برآں منصوبہ بندی اور بکنگ کے دوروں کی اجازت دینے، لاجسٹک آپریشنز، پورٹ اور کسٹم سروسز کو مربوط کرنے اور مربوط لاجسٹک حل فراہم کرنے کے لیے اسمارٹ ایپلی کیشنز اور دیگر حل بھی وضع کیے جائیں گے۔ اتحاد ریل کا پہلا مرحلہ تجارتی سرگرمی جنوری ۲۰۱۶ء میں شروع ہوا تھا۔ □□

دریچۂ پاکستان — محمود شام

بھرپور حقیقی سیاسی عمل انارکی روک سکتا ہے

شہرِ اقبال نے خطرے کی گھنٹیاں بجادی ہیں۔ بعد از مرگ واویلا پورے زوروں پر ہے۔ مذمتی بیانات کی رسم پوری کی جارہی ہے۔

یہ سب کچھ اچانک نہیں ہوا اور نہ ہی غیر متوقع ہے۔ ہم جو کچھ کاشت کرتے آرہے ہیں، یہ وہی فصل پک رہی ہے بلکہ پک چکی ہے۔ قوموں کی زندگی میں ایسے بھیانک موڑ آتے ہیں۔ ان قوموں کے دانشور، راہبر، اساتذہ، اسکالرز، ماہرین، ایسے لمحات کو گرفت میں لے لیتے ہیں اور اپنے معاشرے کے لیے ان خطرناک مرحلوں کو فیصلہ کن مرحلوں میں بدل دیتے ہیں۔ امریکہ ان حالات سے گزرا ہے۔ سیاہ فاموں پر سفید فاموں کے حملے۔ خانہ جنگی۔ اسی طرح برطانیہ میں چرچ اور بادشاہوں کے درمیان جنگیں۔ کئی مسلمان ملکوں میں بھی مختلف فرقوں نے قتل و غارت جاری رکھی۔ پہلے اپنے حال پر نظر ڈالتے ہیں۔ پھر مستقبل کی راہ متعین کرنے کا عزم کرتے ہیں۔

پہلے تو یہ جان لیں کہ صرف سیالکوٹ ہی نہیں شہر در شہر ایسی چنگاریاں سلگ رہی ہیں جو کسی بھی وقت بھڑکتے شعلوں میں بدل سکتی ہیں۔ اس کے لیے سب سے آسان اور تیر بہدف نسخہ مذہب کی توہین کا الزام عائد کرنا اور شور مچانا ہے۔ ایسے ذہن ہر قصبے میں موجود ہیں جو کسی وقت بھی جہل کے جارح لشکر میں بدل سکتے ہیں۔ نہتے انسانوں پر یلغار کر سکتے ہیں۔ مسجدوں کے لاؤڈ اسپیکروں کا استعمال کر سکتے ہیں۔ گاہکوں کو لوٹنے والے دکاندار۔ اس ہجوم میں شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ صرف کسی دینی مدرسے، کسی مذہبی جماعت کے رکن نہیں ہیں، یہ لوگ ہر جگہ موجود ہیں۔ میں، آپ کوئی بھی ان کا نشانہ بن سکتا ہے۔ اب تو سوشل میڈیا اور موبائل فون ان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہماری اکثریت اعتدال پسندانہ سوچ رکھتی ہے۔ اس نے کبھی شدت پسند۔ فرقہ پرست مذہبی جماعتوں کو حکمرانی کا مینڈیٹ نہیں دیا مگر ہمارے سیاسی اور فوجی حکمران اپنے اقتدار کو طوالت دینے کے لیے مذہبی پریشر گروپوں کے دباؤ میں آجاتے ہیں۔ پیروں سے ڈنڈے کھاتے ہیں۔ کابینہ کے اجلاسوں میں بلاتے ہیں۔ میڈیا والے اپنے ٹاک شوز میں عزت دیتے ہیں۔ پولیس ان کے سامنے بے بس ہے۔ اسٹیبلشمنٹ ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو جاتی ہے۔ پھر ہم آگ بھڑکتی دیکھتے ہیں۔ لاشیں گرتی مشاہدہ کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ تشویش خیز رجحان یہ ہے کہ ایک وڈیو۔ ایک پوسٹ۔ محلّے شہر میں قیامت برپا کرسکتی ہے۔ کسی مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے ایک اعلان گھروں سے لوگوں کو باہر نکال سکتا ہے۔ ذہن ایسے بنے ہوئے ہیں کہ کوئی وجہ نہیں پوچھے گا۔ کوئی اپنا ذہن استعمال نہیں کرے گا۔ سب آگ کے شعلے مزید بلند کرنے کے لیے اپنی توانائیاں استعمال کریں گے۔ سیالکوٹ جس کی اجتماعی دانش اتنی مستحکم تھی کہ انہوں نے اپنا ایئرپورٹ بنایا۔ اپنی ایئرلائن۔ شہر کو خوبصورت بھی بنایا مگر وہاں جو نئی نسل جوان ہو رہی تھی، اس کی ذہنی تعمیر ایسی کیوں ہوئی؟ کیا اہل صنعت وتجارت نے ان کی بہبود کے لیے کوئی سرمایہ کاری نہیں کی؟

اور بھی بہت کچھ ہو رہا ہے۔ لیکن ہمیں اس انارکی کے سامنے بے بس نہیں ہونا چاہئے۔ مایوسی سے گھر نہیں بیٹھ جانا چاہئے۔ مسئلے انسان سے بڑے نہیں ہو سکتے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی احسن تقویم ہے۔ یہ اکیسویں صدی ہے۔ انسان اتنی ایجادات کر چکا ہے۔ بہت سی بیماریاں ناپید ہو چکی ہیں۔ اتنی تحقیق کہ آفاق تسخیر ہو چکے ہیں۔ اس انارکی کو روکنے کا موثر راستہ صرف اور صرف بھرپور سیاسی جمہوری عمل ہے۔ سیاسی شعور کا پھیلاؤ ہے۔ قومی سیاسی جماعتیں یہ سب کچھ کر سکتی ہیں۔ بہت سے ملکوں میں یہ تجربات ہوئے ہیں۔ برطانیہ میں نشاۃ ثانیہ یا تحریک احیائے علوم سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے پاس بے لوث سیاسی کارکن ہیں۔ پیروکار ہیں۔ تاریخ ان سے تقاضا کر رہی ہے کہ وہ حقیقی سیاسی جماعتیں بن کر دکھائیں۔ شہر در شہر مطالعاتی مراکز قائم کریں۔ ملکی وسائل سے ملکی مسائل کے حل کے لیے مشاورت کریں۔ کارکنوں کی میٹنگیں مسلسل منعقد کریں۔ سوشل میڈیا پر ان کی وڈیوز پھیلائیں۔ نوجوانوں کو ملکی دولت سے آگاہ کریں۔ پاکستان میں کئی کئی ہزار سال قدیم تہذیب کے مراکز ہیں۔ ہر علاقے ہر صوبے کی اپنی اپنی صدیاں ہیں۔ ثقافت۔ تاریخی ورثے سے مالا مال۔ یہ علاقے ادب، تمدن کے لیے پوری دنیا میں ایک مثالی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو سرزمین صوفیا اور اولیا اللہ کی تعلیمات سے گونجتی رہی ہے۔ ہماری میراث داتا گنج بخش ہجویریؒ ہیں، سلطان باہوؒ ہیں، شاہ لطیفؒ، سچل سرمستؒ، شہباز قلندرؒ، بابا فریدؒ، بلھے شاہؒ ہیں، کیا یہ سرزمین خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیریؒ سے فیضیاب نہیں ہوئی؟ نوجوانوں کو اپنی طاقت کا احساس دلائیں کہ وہ ملک کو خوشحالی اور ترقی کے راستے پر لے جاسکتے ہیں۔

سیاسی جماعتیں نوجوانوں کے ذہنوں سے اندھیرے نکالنے کے لیے ہر شہر میں کنونشن منعقد کریں۔ پہلے تحصیل کی سطح پر، پھر ضلع در ضلع، اس کے بعد صوبائی کنونشن، پھر قومی کنونشن۔ ذرا سوچئے کہ اگر پاکستان مسلم لیگ (ن)۔ پاکستان پیپلز پارٹی۔ پاکستان تحریک انصاف۔ عوامی نیشنل پارٹی۔ متحدہ قومی موومنٹ۔ بلوچستان عوامی پارٹی۔ سب ہی ایسے کنونشن منعقد کر رہی ہوں گی تو نوجوانوں کی کتنی بڑی تعداد سیاسی شعور اور بیداری حاصل کرنے میں مصروف رہے گی۔ ان کے ذہن صیقل ہو رہے ہوں گے۔ وہ مثبت سوچ رہی ہوگی۔ وہ اپنی تہذیب کو اپنے مسلک سے نہیں کچلے گی۔ وہ کسی کے کہنے پر بھی اشتعال میں نہیں آئے گی۔

ان کنونشنوں میں پروفیسرز کو مدعو کیا جا سکتا ہے۔ اقتصادی ماہرین لیکچر دے سکتے ہیں۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی پر عبور رکھنے والے بتا سکتے ہیں کہ دنیا میں کیا کیا تبدیلیاں آرہی ہیں۔ انسانی وسائل کی بہبود کے علمبردار ورکشاپس منعقد کر سکتے ہیں۔ نوجوانوں کو تعمیر کی طرف راغب کیجئے۔ یہ اکیسویں صدی ہے۔ ہمیں دنیا کے برابر قدم رکھنے ہیں۔ سانحوں سے سبق حاصل کرنا ہے۔ اپنے غم کو اپنی طاقت بنانا ہے۔ نوجوانوں کے دست وبازو کی توانائیوں کو ملکی استحکام کا وسیلہ بنانا ہے۔ بزرگوں کے تجربات اور مشاہدات سے نوجوانوں کی راہ نمائی کرنی ہے۔

دوسری قومیں جب یہ سب کچھ کر سکتی ہیں تو ہم بھی کر سکتے ہیں۔ آیئے آج سے ہی شروع کریں۔ شہرِ اقبال نے خطرے کی گھنٹیاں بجادی ہیں۔

دُنیا کی سو بااثر خواتین کی فہرست میں پچاس افغانی شامل

معروف برطانوی نشریاتی ادارے برٹش براڈ کاسٹنگ بی بی سی نے ہر سال کی طرح اس سال بھی دنیا بھر کی سو بااثر خواتین کی فہرست جاری کردی ہے جس میں نصف تعداد افغان عورتوں کی ہے جبکہ تین پاکستانی خواتین بھی فہرست کا حصہ ہیں۔ فہرست میں شامل خواتین کا انتخاب مختلف شعبہ جات سے کیا گیا ہے۔ رواں برس کلچر اینڈ ایجوکیشن، انٹرٹینمنٹ اینڈ اسپورٹس، پولیٹکس اینڈ ایکٹوزم، سائنس اینڈ ہیلتھ اور افغانستان کی پانچ کیٹگریز میں خواتین کو تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر سال چار کیٹگریز میں خواتین کی نامزدگی کی جاتی ہے مگر اس بار خصوصی طور پر افغانستان کی ایک الگ کیٹگری بنائی گئی ہے جس میں پچاس افغان خواتین کو شامل کیا گیا ہے۔ فہرست میں تین پاکستانی جن میں نوبل انعام یافتہ ملالہ یوسف زئی کو کلچر اینڈ ایجوکیشن، عابیہ اکرم کو پولیٹکس اینڈ ایکٹوزم جبکہ لیلیٰ حیدری کو ہیلتھ اینڈ سائنس کی کیٹگری میں رکھا گیا ہے۔ دنیا کی سو بااثر خواتین میں پاکستانی نژاد والدین کی بیٹی برطانوی سیاستدان نتاشا اصغر کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ سو خواتین میں سے مجموعی طور پر پچاس خواتین کا تعلق افغانستان سے ہے اور انھیں تمام کیٹگریز میں شامل کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں فہرست میں ہندستان، ایران، ترکی، مصر، انڈونیشیا اور برطانیہ سمیت دیگر ممالک کی متاثر کن خواتین کو بھی رکھا گیا ہے۔ فہرست میں شامل افغانستان کی پچاس خواتین میں سیاستداں، سماجی رہنما، شاعر، اداکارائیں، ماہرین تعلیم، ماحولیاتی حقوق کی رہنما اور کھلاڑی بھی شامل ہیں۔ فہرست میں شامل افغانستان کی پچاس خواتین میں زیادہ تر عورتیں ملک سے باہر ہیں اور انھیں افغان خواتین کے لیے کام کرنے کی بنیاد پر فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ گزشتہ برس کی فہرست میں اداکارہ ماہرہ خان اور ثانیہ نشتر کو شامل کیا گیا تھا۔

عراق میں تین افراد کو دہشت گردی کے جرم میں پھانسی کی سزا

عراق کے جنوبی شہر ناصریہ میں تین افراد کو دہشت گردی کے جرائم ثابت ہو جانے کے بعد عدالت سے موت کی سزا ملنے کے بعد ناصریہ جیل میں پھانسی دے دی گئی۔ اے ایف پی نیوز ایجنسی نے عراق کی دو مختلف سیکورٹی ایجنسیوں کے حوالے سے یہ رپورٹ شائع کی ہے۔ سیکورٹی اتھارٹی کے ذرائع کے مطابق بتایا گیا ہے کہ پھانسی کی سزا پانے والوں میں سے ایک ۲۰۱۳ء کے موسم گرما میں ناصریہ شہر میں ہونے والے کار بم دھماکے میں ملوث ہونے کا مجرم قرار دیا گیا تھا۔ دوسرا مجرم عراق کے شہر کربلا میں اسی طرح کے ایک دہشت گردانہ حملے میں ملوث ہونے پر سزا سنائی گئی ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل کے مطابق ۲۰۲۰ء میں عراق میں ۵۰ سے زائد مجرموں کو پھانسی کی سزا دی گئی تھی جو دنیا بھر میں چوتھی بڑی تعداد ہے۔ واضح رہے کہ ۲۰۱۴ء میں عراق کے شمالی اور مغربی علاقوں کے ایک بڑے حصے پر ایک مخصوص گروپ نے قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ۲۰۱۷ء میں اس کوشش کو حکومتی فورسز کے جوابی حملوں کا شکار ہونا پڑا تھا۔ عراق میں انسانی قتل کا ارتکاب کرنے والے مجرم کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے جرائم میں ملوث پائے جانے والے افراد کے لیے بھی موت کی سزا مقرر ہے۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی نے اپنی رپورٹ میں واضح کیا ہے کہ عراق میں سال رواں کے اعداد وشمار کے مطابق دی جانے والی پھانسیوں کے بعد یہ سزا پانے والوں کی تعداد ۱۷ ریکارڈ کی گئی ہے۔ ان تمام مجرموں کو عراق کے شہر ناصریہ کی جیل میں پھانسی دی گئی ہے۔

نوجوان قاری کی تلاوت نے جیتا مذہبی امور کے سعودی وزیر کا دل

سعودی عرب کے وزیر برائے مذہبی امور اور دعوت وارشاد ڈاکٹر عبداللطیف آل الشیخ نے طالب علم نواف عاکش کی تلاوت کلام پاک کی تعریف کرتے ہوئے نوجوان قاری کی تلاوت سننے کے بعد اس کی حمایت اور ہر ممکن مدد کا یقین دلایا۔ انھوں نے طالب علم سے وعدہ کیا کہ وہ اسے دنیا کے عظیم المرتبت مقام پر فائز کرنے میں مدد کریں گے۔ خیال رہے کہ سعودی عرب کے فکری تحفظ فورم کی جازان برانچ کے زیر اہتمام خطبا، حفاظ اور دعوتی تنظیموں کے حوالے سے منعقدہ ایک تقریب کے دوران ایک نوجوان قاری نواف عاکش کی تلاوت نے شرکا کے دل موہ لیے۔ ایک بے ساختہ ملاقات کے دوران ڈاکٹر عبداللطیف آل الشیخ نے طالب علم نواف سے کہا کہ اگر تم اسی طرح محنت سے آگے بڑھتے رہے تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اور تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تم ایک دن دنیا کے عظیم ترین مقام پر امامت کرو گے۔ تم محنت کرو گے اور میں تمہاری حمایت کروں گا۔ دوسری طرف عاکش نے کہا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اسلامی امور کے وزیر نے پورے سعودی عرب میں ان کی اور ان کے بھائیوں کی حمایت اور رہنمائی کی۔ اس نے کہا کہ انشاء اللہ میں اتنا ہی پر اعتماد رہوں گا جیسا کہ اسلامی امور کے وزیر نے مجھے دیکھا اور میں مزید مسلسل کوشش کروں گا۔

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

کیا ترنمول کانگریس میں متبادل بننے کی صلاحیت ہے؟

ہندسانی سیاست کی یہ ایک سچائی ہے کہ آج ملک میں صرف دو ہی سیاسی پارٹیاں ایسی ہیں جو کل ہند اور قومی پارٹی ہونے کا دعویٰ کرسکتی ہیں اور وہ ہیں کانگریس اور بی جے پی، تاہم ان دونوں پارٹیوں کی پوزیشن میں اس وقت بڑا فرق ہے۔ اس وقت بی جے پی کے لوک سبھا میں تین سو سے زائد ارکان ہیں جبکہ کانگریس ترپن سیٹوں تک محدود ہے۔ گزشتہ لوک سبھا انتخابات میں پڑنے والے ۸۷ کروڑ ووٹوں میں کانگریس کو بارہ کروڑ کے قریب ووٹ ملے تھے جبکہ بی جے پی کو اس سے دوگنے ووٹ ملے تھے۔ اگر ووٹ فیصد کا موازنہ کیا جائے تو این ڈی اے کو ساڑھے پینتالیس فیصد اور یو پی اے کو ستائیس فیصد ووٹ ملا تھا۔ صرف بی جے پی اور کانگریس کا موازنہ کریں تو یہ اعداد وشمار علی الترتیب ساڑھے چونتیس اور انیس فیصد پر آجاتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری پارٹیوں میں سے کسی کو پانچ فیصد سے زیادہ ووٹ نہیں ملے تھے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ملک بھر میں جہاں ووٹروں کی پہلی پسند بی جے پی تھی وہیں دوسرا نمبر کانگریس کا تھا جبکہ اپنے اپنے علاقوں میں علاقائی پارٹیوں کا بھی قابل ذکر کردار رہا جنھیں تکونے مقابلہ میں دوسو سولہ سیٹیں ملیں۔ پارلیمانی انتخابات ۲۰۱۹ء نے بتادیا تھا کہ کانگریس کا وجود پورے ملک میں ہے اور حالانکہ اس کا ووٹ فیصد کم ہوا ہے مگر یہ کہنا بہرحال صحیح نہیں ہوگا کہ نگریس مقابلہ سے باہر ہوگئی ہے جیسا کہ ٹی ایم سی لیڈر اور مغربی بنگال کی وزیر اعلیٰ مس ممتا بنرجی اور ان کے سیاسی صلاحکار پرشانت کشور دبی زبانوں سے کہہ رہے ہیں۔ دراصل ابھی حال ہی میں ممتا بنرجی نے اپنے دہلی دورے کے موقع پر جو بیان دیا ہے اور جس میں انھوں نے کانگریس کو چھوڑ کر اپوزیشن اتحاد کی قیادت کسی علاقائی پارٹی کے لیڈر کو سونپنے کی بات کہی ہے اور یو پی اے کے وجود سے انکار کیا ہے اس نے سیاسی حلقوں میں اس بحث کو جنم دے دیا ہے کہ کیا واقعی کانگریس اقتدار کی دوڑ سے باہر ہوگئی ہے؟ سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ ممتا یہ بھول رہی ہیں کہ ۲۰۲۴ء کے پارلیمانی انتخابات ملک کے ایوانِ زیریں کے لیے ہوں گے نہ کہ صوبائی اسمبلیوں کے لیے۔ یہ صحیح ہے کہ انھوں نے اپنے صوبہ میں ریاستی سطح کی سیاست میں کانگریس کو پوری طرح ختم کرڈالا ہے مگر انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ابھی بھی ان کے زیر نگیں صوبہ میں اسی کانگریس کے دو پارلیمانی ارکان موجود ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ ابھی بھی پورے ملک میں دوسو سیٹیں ایسی ہیں جہاں سیدھا مقابلہ کانگریس اور بی جے پی کے درمیان ہی ہے۔ وہ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ ملک چلانے کے لیے آج بھی اگر کسی کے پاس کوئی ٹھوس متبادل نظریہ ہے تو وہ کانگریس ہی ہے۔ اس سچائی پر مبنی حقیقت کو بھی ہم اگر نظر انداز کردیں تو پھر عوام کی انیس فیصد حمایت کا ہمارے پاس کیا جواب ہوگا جس کا اظہار انھوں نے اس وقت کیا تھا جب ملک ہندوتو کی آندھی کا شکار تھا اور جو ایسی آندھی میں بھی محض انتالیس فیصد حمایت حاصل کرسکا تھا۔ اس طرح کانگریس کا یہ ووٹ فیصد یہ بتا رہا ہے کہ ان بدترین حالات میں بھی اس کی عوامی بنیاد باقی ہے جو ملک میں دوسری پارٹیوں کو حاصل نہیں ہے اس لیے جو لوگ یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ کانگریس کی چھتری کے بغیر وہ بی جے پی کا کوئی متبادل کھڑا کرسکتے ہیں وہ محض ایک ہوائی بات ہے۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ آج بھی کانگریس پوری اپوزیشن پارٹیوں کے لیے ایک ایسا چھاتا ہے جس کے نیچے اکٹھا ہوکر وہ فرقہ پرست بی جے پی کی بارش سے بچ سکتی ہیں۔ شیوسینا کی یہ بات سو فیصد درست ہے کہ صرف یو پی اے کو مضبوط بنا کر ہی بی جے پی کا مقابلہ ممکن ہے۔ ممتا بنرجی جس غیر بی جے پی اتحاد کا منصوبہ عوام کے سامنے پیش کررہی ہیں اس کی اس وقت تک قومی سطح پر کوئی اہمیت نہیں ہوسکتی جب تک اس کی قیادت کسی ایسی پارٹی کے ہاتھ میں نہ ہو جس پر پورا ملک بھروسہ کرتا ہو۔ ملک کے عوام ۱۹۶۰ء کی دہائی کے اس غیر کانگریس واد کا حشر دیکھ چکے ہیں جس کی قیادت رام منوہر لوہیا جیسے عظیم سماجوادی مفکر و رہنما کے ہاتھوں میں تھی، اس کے بعد بھی بہت سے طالع آزما سیاستدانوں نے غیر بی جے پی اور غیر کانگریس اتحاد کی باتیں کیں، ایسے اتحاد وجود میں بھی آئے مگر ان کا جو حشر ہوا وہ سب کے سامنے ہے اور یہ شاید اسی تجربہ کا نتیجہ تھا کہ پہلے ۱۹۹۹ء میں بی جے پی قیادت میں این ڈی اے وجود میں آیا جو آج بھی موجود ہے اور پھر ۲۰۰۴ء میں کانگریس کی سربراہی میں یو پی اے قائم ہوا جس کے نشانات آج بھی باقی ہیں۔ آج بھی صرف اور صرف کانگریس میں ہی یہ طاقت ہے کہ وہ بی ے پی کے خلاف کوئی محاذ کھڑا کرسکے اس لیے کہ دونوں قومی پارٹیوں کے علاوہ کسی بھی علاقائی پارٹی کے پاس کوئی ایسا لیڈر نہیں ہے جو قومی سطح کی حیثیت رکھتا ہو۔ اپوزیشن پارٹیوں بالخصوص ممتا بنرجی کو یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی متبادل کبھی بھی تنکے جوڑ کر چھت بنانے سے نہیں بلکہ چھت کے نیچے تنکے اکٹھا کرنے سے بن سکتا ہے اور آج کی تاریخ میں بی جے پی کے خلاف اتحاد بنانے کے لیے کوئی چھت ہے تو وہ صرف اور صرف کانگریس ہی ہوسکتی ہے۔

معروف سیاسی منصوبہ ساز پرشانت کشور نے بھی کہا ہے کہ کانگریس نوے فیصد انتخابات میں شکست پاچکی ہے اس لیے کانگریس کو اب یو پی اے کی قیادت کرنے کا کوئی حق نہیں رہ گیا ہے۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ اگر کانگریس قیادت نہیں کرسکتی تو پھر کون سی پارٹی قیادت کرسکتی ہے؟ اس سوال کا جواب خود پرشانت کشور کے پاس بھی نہیں ہے۔ وہ گھوم پھر کر پھر وہیں آجاتے ہیں جو ایک زمینی سچائی ہے۔ انھوں نے اپنے ایک ٹویٹ میں کہا ہے کہ کانگریس اس برے کمزوری والے دور سے گزر کر ایک بار پھر طاقتور بن سکتی ہے لیکن اسے اپنی لیڈر رشپ کے بند دروازے کو کھولنا ہوگا۔ اپنے اس ٹویٹ کی انھوں نے وضاحت بھی کی ہے کہ چونکہ وہ اس وقت ممتا بنرجی کے سیاسی منصوبہ سازی کا حصہ بنے ہوئے ہیں اس لیے وہ ممتا بنرجی کے حوالہ سے پارٹی کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ اسے اب ایک ایسے باصلاحیت شخص کی قیادت کی ضرورت ہے جس کے پاس مودی شاہ کی بی جے پی کو ایک سے زیادہ مرتبہ شکست دینے کا ریکارڈ ہو۔ ان کا صاف اشارہ یہ تھا کہ کانگریس کو راہل گاندھی کے بجائے اب کسی ایسے لیڈر پر داؤ کھیلنا چاہیے جو بی جے پی کو شکست دینے کا دم رکھتا ہے اور اس سے ان کی مراد صاف طور پر ممتا بنرجی ہی ہیں اس لیے کہ وہ ۲۰۱۶ء اور ۲۰۲۱ء کے اسمبلی انتخابات میں مغربی بنگال میں بی جے پی کو شکست فاش سے دوچار کرچکی ہیں لیکن شاید پرشانت کشور اس سیاسی سچائی کو فراموش کررہے ہیں کہ ہر پارٹی کا اپنا ایک سیاسی مزاج ہوتا ہے جو اس پر ہمہ وقت اثر انداز رہتا ہے۔ کیا یہ سچائی نہیں ہے کہ جب بھی کانگریس نے کسی غیر گاندھی کو صدر بنایا ہے کانگریس متحد نہیں رہ پائی اور وہ کانگریس میں اُبھرنے والے اختلاف کو دبانے میں ناکام رہا جبکہ گاندھی خاندان کی قیادت میں اندرونی اختلافات کے باوجود بھی وہ منتشر ہونے سے محفوظ رہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اعداد و شمار کبھی جھوٹ نہیں بولتے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ۲۰۱۹ء میں اپنے بدترین دور میں بھی کانگریس ملک کے انیس فیصد ووٹروں کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔ یہ بی جے پی کے اعداد وشمار کے بعد سب سے بڑے اعداد وشمار ہیں۔ دوسری پارٹیوں کے اعداد و شمار کے ساتھ موازنہ کریں تو اتنے ووٹ مل کر چار چار پارٹیاں بھی حاصل نہیں کرسکی یں۔

ہمیں تسلیم ہے کہ اس وقت کانگریس اپنے بدترین دور سے گزر رہی ہے اور شاید کوئی ایسی سیاسی خامی نہ ہو جو اس میں نہ درآئی ہو جنھیں آج بی جے پی اور دانستہ نادانستہ اس کی حمایت کرنے والے اجاگر نہ کررہے ہوں مگر سوال یہ ہے کہ وہ کون سی پارٹی ہے جس میں خامیاں اور کمزوریاں نہیں ہیں جو اس وقت بڑھا چڑھا کر سامنے لائی جانے لگی ہیں۔ جب کوئی پارٹی اقتدار پاجاتی ہے، تو اس کی خامی اجاگر کرنا بڑے دل گردے کا کام ہوتا ہے۔ وہ آج کانگریس کو کمزوریوں کا بھنڈار بتا کر بدنام کررہے ہیں جبکہ کانگریس کا کبھی بھی یہ کلچر نہیں رہا ہے۔ وہ ہمیشہ یہ سوچتی رہی ہے کہ اقتدار آنی جانی چیز ہے۔ آج اس کے ہاتھ میں نہیں ہے، کل جب عوام اس سے پریشانی محسوس کریں گے، اقتدار اس کے پاس آجائے گا۔ دوسری اور اہم وجہ یہ ہے کہ جب سے کانگریس میں ٹویٹ اور ڈرائنگ روم کی سیاست درآئی ہے پارٹی روز بروز کمزور ہوتی رہی ہے۔ کانگریس نے جب جب اور جہاں جہاں محنت کی اور جدوجہد سے کام لیا اس کا پھل بھی اسے ملا۔ اترپردیش کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ وہاں پرینکا گاندھی زمینی سطح پر محنت کررہی ہیں اور حالانکہ اقتدار تک پہنچنا ابھی کانگریس کے لیے دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے مگر پرینکا گاندھی کی جدوجہد کی وجہ سے وہاں کم سے کم اتنا تو نظر آنے لگا ہے کہ اترپردیش میں کانگریس بھی کسی نہ کسی حد تک مقابلہ میں ہے۔ یہ ہی جدوجہد اور محنت اگر پورے ملک میں تمام کانگریسی رہنما مل کر انجام دیں تو حالات بدلنے میں دیر نہیں لگے گی۔

پرشانت کشور نے جو کہا ہے اس کا بین السطور کچھ بھی ہو بہرحال کسی نہ کسی حد تک صحیح ہی ہے، اب اس کا تدارک یہ نہیں ہے کہ اسے حرف غلط کہہ کر نظر انداز کردیا جائے بلکہ اسے غلط ثابت کرنے کے لیے کانگریس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لیڈر عوام تک پہنچیں۔ کانگریس اعلیٰ کمان دوررس منصوبے بنائے اور پھر انھیں عوام تک پہنچانے کے لیے ایسی ہی جدوجہد میں جٹ جائے، جدوجہد کا جیسا نمونہ مسز پرینکا واڈرا نے ان کے سامنے اترپردیش کی سطح پر پیش کیا ہے۔

بہرحال کیا ہوتا ہے یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا مگر یہ ایک سچائی ہے کہ اس وقت کانگریس سیاسی میدان میں کافی کمزور ہے اور اسے گہرائی کے ساتھ غور کرکے کوئی ایسا لائحۂ عمل تیار کرنا ہوگا کہ وہ ملک کے عوام کے سیکولر جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے ہندوتوا کے نظریہ کا جواب دے سکے اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ کانگریس اب کسی اتحاد کی قیادت کی اہل نہیں رہ گئی ہے۔ ❑❑

انتخابی اخراجات میں ہورہے روز افزوں اضافہ کا کون ہے ذمہ دار؟

الیکشن کمیشن، حکومت ہند یا سیاسی پارٹیاں

صفحہ اوّل کا بقیہ

جیسے جیسے انتخابی اخراجات کے لیے حدبندی قانون کی کوششیں شروع ہوئیں ویسے ویسے نئے نئے طریقے بھی تلاش کر لیے گئے۔ ظاہر ہے اس کے لیے سیاسی پارٹیوں کا آپسی تال میل، پارٹیوں کا اس موضوع پر حسب سہولت اختلاف اور سیاسی قوتِ ارادی کی کمی کے ساتھ ہی انتظامی ناکامی بھی پوری طرح ذمہ دار ہوگی۔ سیاسی پارٹیوں کی دلیل ہے کہ انتخابی اخراجات کی اب تک مختص حد غیر ممکن العمل ہے۔ امیدواروں پر طے شدہ حد سے زیادہ خرچ کرنے کے معاملے میں ان کی دلیل ہے کہ اگر انتخابی اخراجات کی حد کو بڑھا دیا جائے تو امیدواروں کو اپنے حلف نامہ میں جھوٹ نہیں بولنا پڑے گا۔

اس کے باوجود حقیقت اس کے برعکس ہے اور اس سچائی سے انکار ممکن نہیں ہے کہ آزادی کے بعد ہندستان کی جمہوریت پر دولت کا دباؤ مسلسل بڑھتا ہی جارہا ہے۔ جمہوریت پر دولت کے اثرات کا نظارہ کرنا ہو تو کچھ اعداد وشمار پر غور کرنا ہوگا۔ ملک کے پہلے تین لوک سبھا انتخابات میں سرکاری خرچ فی سال تقریباً دس کروڑ روپے تھا جبکہ سال ۲۰۰۹ء میں لوک سبھا انتخابات کا یہ خرچ ایک ہزار چار سو تراسی کروڑ تک پہنچ گیا جو ۲۰۱۴ء میں بڑھ کر ڈھائی گنا بڑھ کر تین ہزار آٹھ سو ستر کروڑ روپے ہوگیا تھا، اسی طرح ایک کروڑ سے زیادہ کی دولت والے ممبرانِ پارلیمنٹ کا فیصد ۲۰۰۹ء میں ۵۸ تھا جو ۲۰۱۴ء میں اٹھاسی فیصد ہوگیا۔ ایک دوسرے اعداد وشمار کے مطابق دوبارہ منتخب ہونے والے ۲۰۱۹ء میں ممبرانِ پارلیمنٹ کی دولت میں اوسطاً ۲۹ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ ۲۰۰۹ء کے سال میں لوک سبھا انتخابات میں خرچ کی حد پچیس لاکھ روپے تھی، جسے بڑھا کر ۲۰۱۱ء میں چالیس لاکھ روپے اور ۲۰۱۴ء میں ستر لاکھ کردی گئی تھی۔ ان اعداد وشمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی عام یا کمزور اقتصادی سطح کا فرد عوامی خدمت کیلئے سیاست کو ذریعہ بنانا چاہے تو اس کے منتخب ہونے کے آثار غیر یقینی ہوں گے۔

دراصل سیاسی پارٹیوں کے خزانے اور ان کے دولت کے حصول کے قانون کو لے کر کبھی بھی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ اگر کوئی کوشش ہوتی بھی ہے تو ان کی پورے طور پر توضیح نہیں کی گئی یا ان میں ایسی خامیاں چھوڑ دی گئیں جن کا استعمال سیاسی لوگوں کے ذریعہ آسانی سے اپنے حق میں کیا جاسکے جس طرح ۲۰ ہزار سے زیادہ کے چندہ کی تفصیل دینے سے بچنے کے لیے سیاسی پارٹیوں کے ذریعہ اپنے ۹۰ فیصد چندے کو اس قانونی حد کے اندر اندر بتایا جاتا رہا، وہ اس کی ایک معمولی سی مثال ہے، ۲۰۰۳ء میں پارلیمنٹ کے ذریعہ نظم کیا گیا تھا کہ کسی امیدوار کے حق میں اگر کوئی بڑا لیڈر اس حلقہ کا دورہ کرتا ہے تو اسے اس امیدوار کے انتخابی خرچ میں نہیں جوڑا جائے گا۔ عدالت عظمیٰ نے اپنے ایک فیصلہ کے مطابق سیاسی پارٹیوں کے ذریعہ کیے گئے خرچ کو انتخابی خرچ میں شامل کرنے کا حکم دیا تھا تاہم حکومت نے اپنی آئینی طاقت کا استعمال کرتے ہوئے اس فیصلہ کو پلٹ دیا تھا۔

۲۰۱۸ء میں مودی حکومت نے انتخابی بانڈ منصوبہ کا نوٹیفیکشن جاری کیا جسے سیاسی پارٹیوں کو دیئے جانے والے نقد چندہ کے متبادل کے طور پر پیش کیا گیا، پھر ۲۰۱۸ء کے بجٹ میں سیاسی پارٹیوں کو غیر ملکی چندہ حاصل کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے دفعہ نمبر ۲۰۱۰ میں ترمیم کی گئی تھی، اس ترمیم کے ذریعہ غیر ملکی کمپنی کی تعریف میں بھی تبدیلی کی گئی ہے، اس سے پہلے کوئی بھی کمپنی اپنے تین سال کے خالص منافع کا صرف ساڑھے سات فیصد ہی سیاسی چندے کے طور پر دے سکتی تھی، اس کے ساتھ ہی انھیں یہ بتانے کی شرط سے بھی چھوٹ مل گئی ہے کہ انھوں نے کس پارٹی کو کتنا چندہ دیا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ ہماری جمہوریت کو انتخابات میں دولت کے اثرات کی وجہ سے کئی طرح کے مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جن میں سرفہرست بدعنوانی میں اضافہ ہے اور ایسا معلوم ہورہا ہے کہ ہم نے بدعنوانی کو غیر اعلانیہ ایک حقیقت سمجھ لیا ہے اس لیے کہ جو لوگ کروڑوں روپے خرچ کر کے کامیاب ہوتے ہیں ان کا مقصد کوئی عوامی خدمت نہیں ہوتا، ان کا اوّلین مقصد تو سب سے پہلے اپنی خرچ شدہ رقم کی واپسی ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس سے جرائم پیشہ افراد کو حوصلہ ملتا ہے، وہ سیاست کو وسیلہ بنا کر باعزت بن جاتے ہیں اور پھر انھیں قانون اور انتظامیہ تک رسائی میں اوّلیت حاصل ہوجاتی ہے جس کا استعمال وہ اپنے اثرات بڑھانے میں کرنے لگتے ہیں۔ ۲۰۰۹ء کے پارلیمانی انتخابات میں جرائم پیشہ افراد کے کامیاب ہونے والوں کا اوسط انتیس فیصد تھا جو ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۹ء میں بڑھ کر علی الترتیب چونتیس اور تینتالیس فیصد تک پہنچ چکا ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو گزشتہ دو تین دہائیوں میں منتخب ہونے والے دولت مند اور جرائم پیشہ افراد کے اعداد وشمار میں کافی اضافہ ہورہا ہے۔ اس میں جہاں ہمارے انتخابی قوانین کا لچیلا پن ذمہ دار ہے وہیں سیاسی پارٹیاں بھی اس کی اتنی ہی ذمہ دار ہیں اس لیے کہ اگر وہ یہ طے کرلیں کہ وہ دولت اور اثر کی وجہ سے نہیں بلکہ صلاحیت و قابلیت کی وجہ سے کسی کو اپنا امیدوار بنائیں گی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ دولت اور دھونس کے بل بوتے پر ایوان نمائندگان میں پہنچ جانے والے لوگ حاشیہ پر نہ چلے جائیں۔

بہرحال انتخابی اخراجات کا موضوع بے حد اہم ہے، جس پر ہماری جمہوریت کی طاقت کا دارومدار ہے اس لیے ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ الیکشن کمیشن اس موضوع کو سنجیدگی سے لیتے ہوئے رہنما اصولوں کی روشنی میں مضبوط قدم اُٹھائے گا اور ملک میں جمہوریت کی پاسبانی کا فریضہ انجام دے گا۔ □□

ہماری جمہوریت کو انتخابات میں دولت کے اثرات کی وجہ سے کئی طرح کے مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جن میں سرفہرست بدعنوانی میں اضافہ ہے اور ایسا معلوم ہورہا ہے کہ ہم نے بدعنوانی کو غیر اعلانیہ ایک حقیقت سمجھ لیا ہے اس لیے کہ جو لوگ کروڑوں روپے خرچ کر کے کامیاب ہوتے ہیں ان کا مقصد کوئی عوامی خدمت نہیں ہوتا، ان کا اوّلین مقصد تو سب سے پہلے اپنی خرچ شدہ رقم کی واپسی ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس سے جرائم پیشہ افراد کو حوصلہ ملتا ہے، وہ سیاست کو وسیلہ بناکر باعزت بن جاتے ہیں اور پھر انہیں قانون اور انتظامیہ تک رسائی میں اوّلیت حاصل ہوجاتی ہے جس کا استعمال وہ اپنے اثرات بڑھانے میں کرنے لگتے ہیں۔

مسلمانوں کو کھلے عام قتل کرنے کی دھمکی کے باوجود سرکار کی خاموشی ملک کیلئے انتہائی نقصاندہ

صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود مدنی نے وزیر داخلہ امت شاہ اور اتراکھنڈ کے وزیر اعلیٰ کو خط لکھ کر ہری دوار کی دھرم سنسد کے منتظم ومقررین کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ کیا

نئی دہلی ۲۳ر دسمبر ۲۰۲۱ء: جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود مدنی نے ہری دوار میں شرپسند عناصر کی طرف سے سہ روزہ دھرم سنسد میں نفرت انگیز تقاریر اور مسلمانوں کو کھلے عام قتل کی دھمکی دینے پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور اس سلسلے میں سرکار اور انتظامیہ کی طرف سے خاموش رویہ اختیار کرنے کو پشت پناہی سے تعبیر کیا ہے اور اسے ملک کے انتہائی نقصاندہ بتایا ہے۔

مولانا مدنی نے ملک کے وزیر داخلہ شری امت شاہ، اتراکھنڈ کے وزیر اعلی پشکر سنگھ دھامی، قومی اقلیتی کمیشن اور نیشنل ہیومن رائٹس کو خط لکھ کر اس پر فوری توجہ دینے کی اپیل کی ہے۔ انھوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ یہاں جو کچھ ہورہا ہے، وہ ملک کے امن وامان، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیے شدید خطرہ ہے۔ اس لیے میرا مطالبہ ہے کہ منتظمین اور مقررین کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ واضح ہو کہ ۱۷ر تا ۱۹ر دسمبر ۲۰۲۱ء کے مابین ہری دوار میں 'اسلامی ہندستان میں سناتن دھرم: مسائل اور حل' کے عنوان سے ایک تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب میں بہت سے مقررین نے اشتعال انگیز اور منافرت پر مبنی تقاریر کیں، مسلمانوں کی نسل کشی کی کھلم کھلا اپیل کی اور پوری ہندو برادری کو مسلح کرنے پر زور دیا۔

ایک مقرر اور پروگرام کا سرپرست اعلی یتی نرسنگھانند نے کہا کہ اگر کوئی ہندو، دہشت گرد تنظیم ایل ٹی ٹی ای چیف پربھاکرن بننا چاہتا ہے تو میں اس مقصد کے لیے سب سے پہلے ایک کروڑ روپیہ پیش کروں گا اور بقیہ سو کروڑ تک اکٹھا کرسکتا ہوں۔ ہر ہندو مندر کو ایک پربھاکرن کی ضرورت ہے۔ دوسری مقررہ اَنّ پورنا ماں نے کہا کہ اگر سو ہندو فوج بنا کر بیس لاکھ مسلمانوں کو قتل کردے تو اسے ہندو کی فتح قرار دی جائے گی۔ ایک اور مقرر نے کہا کہ میانمار کی طرح یہاں بھی (ہندستان) میں فوج، پولیس، لیڈر اور ہر ہندستانی شہری کو ان (مسلمانوں) کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے صفائی مہم میں شامل ہونا چاہیے۔ تیار رہیں اور ایسا کرنے کی تیاریوں پر تبادلہ خیال کریں۔

مولانا مدنی نے اپنے مکتوب میں ان بیانات کا حوالہ دے کر سرکار کو متوجہ کیا ہے کہ وہ ملک کے آئین اور قانون کی حکمرانی و بالادستی کی حفاظت کرے اور آئینی عہدے کی اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے آگے بڑھ کر ملک میں انارکی اور نفرت پھیلانے والے عناصر کو کیفر کردار تک پہنچائے۔

ماب لنچنگ کے خلاف جھارکھنڈ اسمبلی کے ذریعہ قانون سازی کا استقبال

مولانا محمود مدنی، صدر جمعیۃ علماء ہند

نئی دہلی ۲۲ر دسمبر ۲۰۲۱ء: جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود مدنی نے جھارکھنڈ اسمبلی کے ذریعہ ماب لنچنگ کے انسداد سے متعلق قانون سازی کا استقبال کیا ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ قانون کے ذریعہ سے سماجی اور معاشی طور سے کمزور طبقات کے اندر اعتماد پیدا ہوگا اور ملک میں برادرانہ ہم آہنگی اور امن وامان کے قیام میں مدد ملے گی۔ جمعیۃ علماء ہند شروع سے ہی اس طرح کے قانون بنانے کا مطالبہ کرتی رہی ہے، اس کے مرکزی وریاستی وفود نے میمورنڈم اور مکتوب کے ذریعہ جھارکھنڈ کے وزیر اعلی ہیمنت سورین کے سامنے پوری قوت سے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ انھوں نے ملک کی دوسری ریاستوں کو متوجہ کیا کہ وہ بھی موثر قانون کے ذریعہ ایسے گھناؤنے اعمال پر روک لگائیں۔

مولانا مدنی نے کہا کہ جھارکھنڈ میں حال میں ماب لنچنگ کے واقعات کافی زیادہ رونما ہوئے ہیں، اسی طرح ملک کے دوسرے حصے بھی کافی متاثر ہیں۔ زیادہ تر ایسے واقعات، مسلمانوں اور دلتوں کے خلاف رونما ہوتے ہیں اور پھر مشتعل وجنونی بھیڑ کے ذریعہ ویڈیو بنا کر اس کی نمائش بھی کی جاتی ہے تاکہ خوف کا ماحول پیدا کیا جائے، متاثرہ کمیونٹی کے ارکان محسوس کرتے ہیں کہ انہیں کسی بھی وقت اور کہیں بھی تشدد کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ مولانا مدنی نے کہا کہ مخصوص برادریوں کو نشانہ بنانا ملک کے سماجی تانے بانے کو تباہ کرنے کا باعث بنتا جارہا ہے۔ ہجومی تشدد کے مسئلے کو صرف بھیڑ کے تناظر سے نہیں بلکہ متاثرہ شخص کے تناظر سے دیکھنا چاہیے کہ اس کو اور اس کی کمیونٹی کو جس قدر ذلت اور بے بسی کا احساس دلایا جاتا ہے۔ مولانا مدنی نے کہا کہ جمعیۃ علماء ہند اسلاموفوبیا، نفرت اور پرتشدد ہجومی حملے کے خلاف ملک کے آئین کے دائرے میں جدوجہد کررہی ہے اور اسے ملک کی حفاظت اور ترقی کے تناظر میں نہایت ضروری سمجھتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ جن ریاستوں میں ماب لنچنگ کے خلاف قانون بنا ہے، ان کو اپنے قانون کے حقیقی نفاذ کے لیے ماڈس اوپرینڈی بنانا چاہیے جس میں بالخصوص پولس انتظامیہ اور سرکاری جوابدہی کو یقینی بنایا گیا ہو۔

میزان — مولانا عبدالحمید نعمانی

منفی طرزِ فکر میں زندگی کی تلاش

زندگی کی بنیاد مثبت فکر و عمل سے عبارت ہے جبکہ علم کلام میں موت زوالِ حیات کا نام ہے۔ باطل کا مطلب ہے بے وجود، مٹا ہوا، اس کے باوجود تاریخ کی نظروں نے یہ دیکھا ہے کہ وجود کی بقا اور ذاتی و گروہی مفادات کے حصول و تحفظ کے لیے باہمی جنگ و جدال اور نفرت کا خصوصاً برسراقتدار اور اکثریتی طبقے سہارا لیتے رہتے ہیں۔ آج کی تاریخ میں فرقہ وارانہ اور مذہبی خطوط پر سماج کو تقسیم کرکے اپنے تفوق اور سیاسی مقاصد کے لیے تقسیم و تفریق کو بڑھاوا دیا جارہا ہے ورنہ جمہوری اور سیکولر نظام حکومت میں ملک کے آئین کے تحت بھید بھاؤ پر مبنی کسی قول و فعل اور فکر و عمل کے لیے سرے سے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سناتنی اور پورانک روایت اور رامائن کے پیش کردہ آدرش میں مذہبی تفریق اور حکمراں گروہ سے تعلق رکھنے کے تناظر میں عبادت گاہوں کے سلسلے میں طرفداری اور امتیاز ممنوع ہے۔ دس اوتاروں میں شامل پرشورام نے شیوکمان، راون کے بجائے راجا جنک کو دینے کا فیصلہ اس لیے کیا تھا کہ راون مذہبی کمیونٹی کے درمیان بھید بھاؤ کرتے ہوئے ان کے وجود کو برداشت کرنے کا روادار نہیں تھا جبکہ راجا جنک کے راج میں یہ بھید بھاؤ نہیں تھا۔ یہ اور بات ہے کہ شیو اور وشنوئی فرقے کے درمیان باہمی تصادم و تفریق کے خاصے حوالے ملتے ہیں، پرشورام اور رام وشنو کے اوتار مانے جاتے ہیں اور راون شیو بھگت لیکن پرشورام اور رام شیو کے ساتھ نظر آتے ہیں جبکہ راون، اس کی پوری برادری اور خاندان کے لیے وشنو ایک بڑے دشمن اور مدمقابل کے روپ میں دِکھائی دیتا ہے۔ یہاں تاریخ اور تصوراتی کہانی اور اساطیر کے متعلق کچھ سوالات سامنے آسکتے ہیں تاہم زمانے اور سماج کے رویے کے اظہار کے سلسلے میں زیادہ سوال کا کوئی زیادہ معنی و مطلب نہیں ہے۔ بسا اوقات روایت اور چلن، تاریخ سے پہلے اور آگے ہوتی ہے، روایت اور چلن کی تاریخ لکھی جاسکتی ہے لیکن تاریخ کو کہانی اور اساطیر میں تبدیل کرنا، ایک تباہ کن اور معکوس عمل ہے۔ ماضی کی سرگزشت تاریخ ہے، اس میں حال کے لوگ تبدیلی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔ تاریخ ہمیشہ حال کی دسترس سے باہر ہوتی ہے، یہ اور بات ہے کہ ماضی کے عمل کا تاریخی حال اور مستقبل کے بنانے، بگاڑنے میں خاصا رول ہوتا ہے تاہم لگتا ہے کہ ہندوتوا نے تاریخ سے کوئی سبق نہیں لیا ہے اور نہ لینے کی کوشش کررہے ہیں۔ نوشتہ دیوار کو پڑھنے کے بجائے اس کی کھونٹیوں پر اپنے فکر و عمل کو لٹکانے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں، نہ تو سنگھ سربراہ موہن بھاگوت اپنی جگہ کھڑے رہتے ہیں اور نہ ہی بی جے پی کے لیڈر تنگ نظری اور زہریلی فرقہ پرستی سے خود کو الگ کررہے ہیں۔ ہندو مسلم اور فرقہ وارانہ تنازعات میں ہی اپنی زندگی کی بقا دیکھتے ہیں۔ اس صورتِ حال کی تبدیلی کے لیے جہاں تدارک کی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے وہیں ضروری سوالات بھی سامنے لانا وقت کا تقاضا ہے۔ کسی ضروری سوال سے گریز یا اس کا جواب ادھار رکھنا ملک و قوم کے حق میں مفید نہیں ہے۔ تین زرعی قوانین کی واپسی سے جہاں بہت سے سوالات پیدا ہوئے ہیں وہیں کئی سارے پردے کے پیچھے کے جوابات بھی راشٹر کے سامنے آگئے ہیں۔ تمام تر شواہد و مباحث مسجد کے حق میں جانے اور ہندوتوا وادیوں کے مندر توڑ کر مسجد کی تعمیر کے اصل دعوے کی تردید و تغلیط کے باوجود خصوصی اختیار کے تحت ناقابل فہم فیصلے نے صداقت واخلاقیات کے اس تقدس کو باقی نہیں رکھا ہے جو کسی بھی عبادت گاہ اور لوگوں کے جذبہ بندگی کے لیے مطلوب ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ ہم مسجد کے خلاف مندر کے حق میں بے بنیاد اور جھوٹے دعوے کی تثبیت و تشہیر مطلوبہ سطح پر نہیں کرسکے۔ یہی تحریری دستاویز تو آنے والی نسلوں کے لیے تاریخ و تصویر کا کام کرے گی۔ رام مندر کے بے بنیاد دعوے کو سامنے لاتے ہوئے سماج کو بتانا ضروری ہے کہ کاشی، متھرا وغیرہ کے مندروں کے متعلق دعوے بھی اکثریت پرستی اور زبردستی کی ذہنیت کا اظہار ہے نہ کہ انصاف کی بحالی اور قانون کی بالادستی کی کوشش۔

۱۹۹۱ء میں نرسمہا راؤ کی سرکار میں عبادت گاہ تحفظ قانون بن جانے کے بعد بابری مسجد، رام جنم بھومی نے مندر مشتنٰی معاملے کے سوا دیگر عبادت گاہوں کے سلسلے میں متنازع معاملے کو عدالت میں لے جانا غیر قانونی ہے، گزشتہ دنوں عدالت نے متھرا کی شاہی مسجد کو ہٹانے کے مطالبے کو رد کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ قابل سماعت نہیں ہے۔ ۱۹۹۱ء کے قانون کے مطابق تمام عبادت گاہیں ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کی حالت کو باقی رکھنے کے لیے اگر کوئی متعلقہ معاملہ متنازعہ ہے یا اپیل ہے تو سب کالعدم ہے۔ کاشی متھرا دونوں جگہ باہمی سمجھوتے کے ساتھ مندر، مسجد دونوں اپنی اپنی جگہ موجود ہیں، اس کے پیش نظر اجودھیا کے رام مندر جس کے متعلق بھی دعویٰ جھوٹا اور بے بنیاد ثابت ہوچکا ہے کہ کاشی متھرا کے معاملے کو اچھالنے کا مطلب شرارت کی سیاست کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ مندر، مسجد کے معاملے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد سنگھ سربراہ بھاگوت نے کہا تھا کہ کاشی، متھرا ہمارے ایجنڈے میں نہیں ہے۔ تحریک ہماری جدوجہد کا بنیادی حصہ نہیں ہے، (باقی صـ۱۴ پر)

گوشہ روزگار

نوکری کے بجائے فری لانسنگ میں قسمت آزمائیں

دنیا کی ترقی یافتہ اقوام نوجوانوں کو اپنا اثاثہ تصور کرکے ان کے لیے ترقی کی نئی راہیں اور میدان ہموار کرتی ہیں، لیکن ہمارے ہاں نوجوان کی اہمیت، تعداد اور تناسب صرف بتانے کی حد تک محدود ہے۔ ایسے میں حکومت کی طرف اٹھتی نظریں جب مایوسی سے دوچار ہونے لگیں تو پھر نوجوان اپنی مدد آپ کے تحت ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسا ہی ہوا ہے۔ بہت سے نوجوان انٹرنیٹ کی مدد سے ذریعہ معاش کے متبادل راستے اپنا رہے ہیں۔ حکومتی رویے، ناقص تعلیمی نام و پالیسی اور اس سے پیدا شدہ صورتحال سے قطع نظر نوجوان نسل بہت سی صلاحیتوں سے مالا مال ہیں۔

وہ محنت سے نئے راستوں پر قدم اُٹھا رہے ہیں۔ فری لانسنگ کا چرچا آجکل بڑے زوروں پر ہے، خصوصاً ان دونوں جب بے روزگاری کی شرح میں خاطر خواہ اضافہ ہوا، وہیں فری لانسنگ کی اہمیت بھی بڑھی ہے۔ ٹیکنالوجی کی زبان میں فری لانسنگ سے مراد انٹرنیٹ پر کسی بھی ملک میں موجود ایک فرد یا کمپنی کے لیے کام کے عوض پیسے وصول کرتا ہے۔ برطانوی ادارے کی رپورٹ کے مطابق فری لانسنگ کے کاروبار میں ہندستان دس بڑے ممالک میں چوتھے نمبر پر ہے۔ اس کی وجہ نوجوانوں کی بڑی تعداد ہے، جو فری لانس کام کررہی ہے۔

اگر نوجوان کمپیوٹر پروگرامنگ میں مہارت رکھتے ہیں، کوئی سافٹ ویئر تخلیق کرسکتے ہیں، موبائل ایپ، کوئی ویب سائٹ ڈیزائن کرسکتے ہیں یا کمپیوٹر نیٹ ورک کا علم رکھتے ہیں تو اپنی مہارت کو کام میں لاتے ہوئے ان لوگوں سے پیسے کما سکتے ہیں جنھیں کسی قسم کے سافٹ ویئر موبائل ایپ یا ویب سائٹ بنوانے کی ضرورت ہے۔ یہ کام وقت اور جگہ کی قید سے آزاد ہے اور خود اپنی مرضی سے اپنے کام کا تعین کرسکتے ہیں۔ اپنے ہی ملک میں رہتے ہوئے دنیا کے کسی بھی کونے میں موجود اپنے کلائنٹ کے لیے کام کرسکتے ہیں اور اس کے لیے انھیں کسی دفتر میں جانے کی (باقی صـ۱۴ پر)

راجستھان اسٹاف سلیکشن بورڈ نے طلب کی ۱۹۷ آسامیوں کیلئے درخواستیں

راجستھان اسٹاف سلیکشن بورڈ نے موٹر وہیکل سب انسپکٹر کی ۱۹۷ آسامیوں کیلئے درخواستیں طلب کی ہیں، اس کے لیے دسویں پاس امیدوار ۲ سے ۳۱ ر دسمبر تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی موٹر وہیکل سب انسپکٹر بھرتی کا امتحان ۱۲ ر فروری ۲۰۲۲ء کو ہوگا۔ یہ امتحان کل ۴۰۰ نمبروں کے لیے تین مرحلوں میں لیا جائے گا جس میں امیدواروں کا انتخاب میرٹ کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ امیدوار کی عمر ۱۸ سے ۴۰ سال کے درمیان ہوسکتی ہے۔ میکینکل انجینئرنگ یا آٹوموبائل انجینئرنگ میں تین سالہ ڈپلوما یا حکومت ہند کی طرف سے اعلان کردہ مساوی قابلیت، معروف آٹوموبائل ورکشاپس میں ہلکی موٹر گاڑیوں، بھاری سامان کی گاڑیوں اور پٹرول اور ڈیزل انجنوں کی بھاری مسافر گاڑیوں کی مرمت کا کم از کم ایک سال کا تجربہ، موٹر سائیکل، ہیوی گڈز وہیکل اور بھاری مسافر گاڑیوں کو چلانے کے لیے ڈرائیونگ لائسنس لازمی ہوگا۔ دیوناگری رسم الخط میں لکھی گئی ہندی کا عملی علم اور راجستھان کی ثقافت کا علم، موٹر وہیکل سب انسپکٹر کے عہدے پر براہِ راست بھرتی کے لیے امیدوار کی جسمانی فٹنس بھی بہت اہم ہے۔ امیدوار کی اونچائی ۱۶۸ سینٹی میٹر ہونی چاہیے جبکہ سینہ بغیر توسیع کے ۸۱ سینٹی میٹر اور اگر پھولا ہوا ہو تو ۸۶ سینٹی میٹر سے کم نہ ہو۔

امتحان کی فیس: عام زمرہ اور کریمی لیئر زمرہ کے دیگر پسماندہ طبقے/ انتہائی پسماندہ طبقے کے امیدواروں کے لیے ۴۵۰ روپے، راجستھان کے غیر کلیدی زمرہ کے پسماندہ طبقات/ انتہائی پسماندہ طبقات اور اقتصادی طور پر کمزور طبقات سے تعلق رکھنے والے امیدواروں کے لیے ۳۵۰، راجستھان کے درج فہرست ذاتوں/ درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے تمام خصوصی افراد اور امیدواروں کے لیے ۲۵۰ روپے۔

تنخواہ: موٹر وہیکل سب انسپکٹر کو تنخواہ میٹرکس لیول دس کی بنیاد پر حکومت راجستھان کے ذریعہ نافذ کردہ ساتویں پے اسکیل کے مطابق دی جائے گی تاہم پروبیشن مدت کے دوران تنخواہ حکومت کی ہدایات کے مطابق دی جائے گی۔ موٹر وہیکل سب انسپکٹر بھرتی ۲۰۲۱ء کے لیے آن لائن درخواستیں ۲ ر دسمبر سے ۳۱ ر دسمبر ۲۰۲۱ء تک دی جاسکتی ہیں۔ آف لائن درخواستیں قبول نہیں کی جائیں گی۔ موٹر وہیکل سب انسپکٹر بھرتی ۲۰۲۱ء کا تحریری امتحان ۱۲ ر فروری ۲۰۲۲ء کو منعقد کرنے کی تجویز ہے۔ ایس ایس او آئی ڈی کا ہونا لازمی ہے۔ موٹر وہیکل سب انسپکٹر کے عہدہ کے لیے ۲ ر دسمبر سے درخواست دینے کے لیے امیدواروں کو ای مترا کیوسک یا جن سویدھا پورٹل کا استعمال کرنا ہوگا۔ امیدواروں کو راجستھان اسٹاف سلیکشن بورڈ کی آفیشل ویب سائٹ www.rsmssb.rajasthan.gov.in کو کھولنا ہوگا اور ریکروٹمنٹ پر کلک کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ایس ایس او آئی ڈی کے ذریعے لاگ آن کرکے درخواست کو پر کرنا ہوگا۔ ایسی صورتحال میں اگر کسی امیدوار کے پاس ایس ایس او آئی ڈی نہیں ہے اس لیے اپلائی کرنے سے پہلے انھیں SSOID بنانا ہوگا۔

دریچے — م-س-ج-

اوزون کا سوراخ زیادہ بڑا ہوگیا

یورپی سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اوزون کی لیئر میں قطب جنوبی سے بڑا سوراخ پیدا ہوچکا ہے۔ ماحولیاتی سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ رواں برس اوزون میں پیدا ہونے والا سوراخ ماضی کے مقابلے میں زیادہ بڑا ہوچکا ہے۔ زمین کے بالائی ماحول پر نگاہ رکھنے والے یورپی ادارے کوپرنیکس مانیٹرنگ سروس کے سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس سوراخ کا حجم براعظم انٹارکٹک سے بھی بڑا ہوگیا ہے۔ ادارے نے اس صورتِ حال پر گہری تشویش ظاہر کی ہے۔ یہ سوراخ جنوبی نصف کرے کے اوپر ہر سال بہار کے موسم میں دِکھائی دیتا ہے۔ اوزون کی یہ تہہ سورج سے نکلنے والی انتہائی خطرناک اور نقصان کا باعث بننے والی بالائے بنفشی یا الٹراوائلٹ شعاعوں کو روکتی ہے۔ یہ حقیقت میں زمین کے باسیوں کے لیے فطرت کا ایک بہت بڑا عطیہ ہے لیکن انسانی ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے اس اوزون لیئر کو شدید اور کسی حد تک ناقابل تلافی نقصان پہنچ چکا ہے۔ یہ اہم امر ہے کہ اوزون لیئر کے تحفظ کے مانٹریال پروٹوکول کے بعد اس لیئر کو پہنچنے والے نقصان کی شرح میں معمولی کمی ہوئی اور اس میں انتہائی سست رفتار سے بحالی بھی ضرور دیکھی گئی ہے۔ اس بین الاقوامی معاہدے مانٹریال پروٹوکول کو نقصان پہنچانے والے ہالوکاربن گروپ کے کیمیکل کے استعمال پر عالمی پابندی عائد کی جاچکی ہے۔ ہالوکاربن کیمیاوی مادّوں ہی نے حقیقت میں اوزون کی تہہ کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ ماہرین کے مطابق ان کیمیکلز پر پابندی کے نتیجے میں اوزون لیئر کی بحالی ۲۰۶۰ء تک ممکن ہوسکتی ہے۔ دنیا میں اوزون کی تہہ کو محفوظ رکھنے اور اس کے تحفظ کا عالمی دن منانے کا سلسلہ ۱۶ ر ستمبر ۱۹۸۷ء سے شروع ہوا ہے۔ اس دن کے منانے کا مقصد عام لوگوں کو اوزون لیئر کی افادیت اور ضرورت کے بارے میں آگہی دینا ہے۔ اقوامِ متحدہ کا کہنا ہے کہ اس لیئر کو بچانے کے معاہدے کی وجہ سے گزشتہ تین دہائیوں میں اوزون لیئر کی ریکوری دیکھی گئی ہے، گوکہ یہ رفتار خاصی سست ہے۔ اس عالمی دن کی مناسبت سے اقوام متحدہ کے سیکریٹری انٹونیو گوٹیرس نے اپنے پیغام میں کہا کہ دنیا کو اپنی متحدہ کوششوں اور تعاون کے سلسلے کو مستقبل میں بھی برقرار رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ زمین کے باسی ماحولیاتی تبدیلیوں کے گمبھیر مسئلے سے نبرد آزما ہوسکیں۔ انھوں نے کلائمیٹ چیلنج کے حوالے سے انٹرنیشنل کمیونٹی سے کہا ہے کہ وہ اس گمبھیر صورتِ حال کے لیے ابھی سے عمل شروع کریں تاکہ تحفظ کی ابتدا ہوسکے۔

بچوں کو اپنی بات آسانی سے سمجھائیں

امی میں باہر سے آرہا تھا تو آج بڑی ہی عجیب سی چیز دیکھی۔ یہ کیا سیاسی پارٹیوں کا جھنڈا لگا ہوا ہے۔ بڑا ہی رنگین ہے۔ یہ بات میرا چھوٹا ننھا سا سات سالہ راجو پوچھ رہا تھا۔ میں راجو کو کیسے سمجھاؤں، سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ پھر میں نے بہت ہی آسان طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی۔ میں نے کہا بیٹا تم اپنے گھر میں رہتے ہو تو کیا اس میں کوڑا کرکٹ بھر جائے ایسا چاہو گے۔ بیت الخلا خراب رہے، گھر میں پینے کا صاف پانی نہ آئے، ایسا چاہو گے۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ اور کہتی راجو چڑھ کر بولا: نہیں امی لیکن آپ یہ سب کیوں بول رہی ہیں۔ میں نے آپ سے جھنڈے کے بارے میں پوچھا اور آپ پتہ نہیں کیا کیا بول رہی ہیں۔ پھر امی نے کہا کہ ایک اور سوال کا جواب دو، کیا تم یہ چاہو گے کہ تمہارے گھر کے پاس سڑکیں ٹوٹی پھوٹی رہیں۔ اس پر بھی راجو نے کہا کہ نہیں۔ اب امی نے راجو کو سمجھانا شروع کیا کہ بیٹا یہ سب سوال میں نے تم سے اس لیے کیا کیونکہ ان باتوں کا ان سیاسی پارٹیوں کے جھنڈوں سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ ان سیاسی پارٹیوں میں سے جو بھی جیت کر آئے گی وہی ان کاموں کی دیکھ ریکھ کرے گی۔ اس لیے ہم انھیں ووٹ دیں گے اور انھیں جتائیں گے تاکہ وہ ہمارے کام کریں اور ہمیں آسانیاں پہنچائیں۔

راجو بہت حد تک سمجھ گیا تھا۔ اسے سننے میں بہت مزا آیا۔ وہ پھر سے باہر چلا گیا اور رنگ برنگے سیاسی پارٹیوں کے جھنڈوں کو دیکھ کر بہت خوش ہورہا تھا۔ بچوں کو اپنی بات آسانی سے محبت کے ساتھ سمجھائی جاسکتی ہے۔

اومیکرون کے تیزی سے پھیلاؤ کے ثبوت نہیں ملے: ڈبلیو ایچ او

عالمی ادارہ صحت نے کہا کہ جنوبی افریقہ میں سامنے آنے والی کورونا وائرس کی نئی شکل اومیکرون کے بہت تیزی سے پھیلنے کے ثبوت نہیں ملے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ڈبلیو ایچ او کی جانب سے جاری بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ ابھی تک واضح نہیں ہے کہ آیا کورونا کی نئی شکل اومیکرون پرانی قسم ڈیلٹا سمیت دیگر اقسام کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے پھیلتی ہے اور اس کی شدت باقی اقسام سے زیادہ ہے۔ بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ جنوبی افریقہ میں اومیکرون میں مبتلا مریضوں کے اسپتال میں داخل ہونے کی شرح زیادہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ کورونا کی اس نئی قسم کی انسانوں میں منتقلی اور شدت کی شرح بھی زیادہ ہوگی۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق فی الحال پریشان کن اعداد و شمار سامنے نہیں آئے جس کی بنیاد پر یہ تجویز کیا جاسکے کہ اومیکرون دیگر اقسام سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس میں دو ہفتے کا وقت لگ سکتا ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ کورونا کی نئی قسم کے خلاف موجودہ ویکسین کی افادیت دیکھنے کے لیے تحقیقات جاری ہیں تاہم اس بات کا قوی امکان ہے کہ نئے ویریئنٹ پر موجودہ ٹیسٹ اور کورونا وائرس کے علاج میں استعمال ہونے والی دوا کارگر ثابت ہوسکتی ہے۔

غلط بال کاٹنے پر سیلون کو دو کروڑ روپے کا جرمانہ

دہلی کے ایک سیلون میں ایک خاتون کے بال نامناسب انداز میں کاٹ کر خراب کرنے پر سیلون کو شکایت کنندہ کو دو کروڑ انڈین روپے ادا کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ نیوز ویب سائٹ انڈین ایکسپریس کے مطابق نئی دہلی کے ہوٹل آئی ٹی سی موریا میں ۲۰۱۸ء میں ایک خاتون، جو کہ ماڈل ہیں، بال کٹوانے کے لیے پہنچی تھیں، تاہم ان کے بال اس طرح سے کاٹے گئے کہ ان کا ہیئر سٹائل بری طرح سے خراب ہوگیا اور سر پر بال نہ ہونے کے برابر رہ گئے۔ اس کے بعد خاتون نے نیشنل کنزیومر ڈسپیوٹس کمیشن میں شکایت کی، جس پر کیس چلا اور نقصان کی تلافی کا حکم دیا گیا۔ جسٹس آر کے اگروال اور ڈاکٹر ایس ایک کانتیکار نے فیصلہ جاری کرتے ہوئے لکھا اس میں کوئی شک نہیں کہ خواتین اپنے بالوں کو معاملے میں بہت حساس ہوتی ہیں اور اپنے بالوں کو بہتر حالت میں رکھنے پر اکثر بڑی رقوم بھی خرچ کرتی ہیں۔

یوپی میں مہنگائی، بے روزگاری اور کسانوں کے مسائل اہم انتخابی موضوعات ہیں

سپا، بسپا سرکاری ایجنسیوں سے خائف کانگریس گاؤں کی سطح تک زندہ ہے

کانگریس کی جنرل سکریٹری اور اترپردیش کی انچارج مسز پرینکا گاندھی کا انٹرویو

کانگریس کی جنرل سکریٹری پرینکا گاندھی واڈرا کا کہنا ہے کہ اترپردیش میں مہنگائی، بے روزگاری اور کسانوں کے مسائل بیحد اہم ہیں۔ خواتین کی سلامتی اوران کی مضبوطی، دلتوں اور کمزور طبقوں پر مظالم، بدعنوانی اور قانون وانتظام کی بدتر صورتحال کا بھی سوال ہے۔ کورونا کے دور میں بدانتظامی سے ہوئی اموات بھی ہیں۔ کانگریس انھیں ترجیحی بنیادوں پر اُٹھاتے ہوئے انتخابات کو پوری طرح تعمیر وترقی پر مرکوز رکھنے کی کوشش کرے گی۔ وزیراعلیٰ کے چہرے پر اعلان کے سوال پر ان کا کہنا ہے کہ ابھی انتخابات میں تین مہینے ہیں، انتظار کیجیے سب معلوم ہوجائے گا۔ انتخابات کے بعد اپنے قومی رول پر ان کا کہنا ہے کہ اترپردیش میرے دل کے بے حد قریب ہے اور میں یہاں کی ترقی کے لیے کام کرتے رہنا چاہوں گی۔ پیش ہے پرینکا گاندھی واڈرا سے بات چیت کے اہم حصے۔

س: اترپردیش میں آپ مسلسل عوام کے درمیان جارہی ہیں۔ آپ کو عوام کا موڈ کیسا لگ رہا ہے؟

ج: عوام پریشان اور ناراض ہیں۔ جہاں بھی جاتی ہوں لوگ اپنی ناامیدی ظاہر کرتے ہیں۔ بی جے پی نے باتیں بہت کیں لیکن ڈلیوری کے نام پر ان کے پاس صرف جھوٹا پروپیگنڈہ ہے۔ اترپردیش ملک کا تیسرا سب سے غریب صوبہ ہے، اس حکومت کے دورِ اقتدار میں عوام نے بہت مشکلات جھیلی ہیں، اقتصادی مندی اور مہنگائی کی مار برداشت کی، کورونا کے باعث لاکھوں خاندان ٹوٹ کر بکھر گئے، مگر سرکار کی طرف سے کوئی سہولت نہیں ملی۔ کسان پورے ایک سال تحریک چلاتا رہا، اس کی لگاتار توہین کی گئی، پوری ریاست میں مہنگائی، بے روزگاری کافی سخت مسائل ہیں جنھیں سلجھانے کے لیے اس حکومت کے پاس کوئی معقول حل نہیں ہے۔

س: انتخابات میں کتنی کامیابی ملے گی جبکہ تنظیمی ڈھانچہ مسلسل کمزور ہوا ہے؟

ج: ہم نے تنظیم کو مضبوط بنانے کے لیے گزشتہ دو سالوں سے کافی کام کیا ہے۔ آج ہماری پارٹی زمین پر ہے، گاؤں گاؤں میں ہمارا کارکن سرگرم ہے۔ آپ نے خود محسوس کیا ہوگا کہ کانگریس کا ورکر ہی عوام کی آواز زور شور سے اُٹھا رہا ہے جبکہ دوسری اپوزیشن پارٹیاں جیسے بی ایس پی اور ایس پی عوام کے اصل مسئلوں کو اٹھانے میں پوری طرح ناکام رہے ہیں۔ سرکاری ایجنسیوں کے خوف سے بی ایس پی بالکل خاموش ہے تو ایس پی صرف چناؤ کے وقت ہی تھوڑا سرگرم ہوئی ہے۔ مجھے فخر ہے کہ ہماری تنظیم گاؤں سطح تک زندہ اور طاقتور ہوئی ہے۔

س: آپ کے مطابق صوبہ میں اہم انتخابی موضوعات کیا ہیں؟

ج: اترپردیش کے اصل موضوعات مہنگائی، بے روزگاری، کسانوں کا استحصال اور خواتین کی عدم سلامتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ خواتین کا سیاسی طور پر مضبوط ہونا ان کی مشقت بھری زندگی کا بار کم کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ سیاست میں زیادہ عورتوں کا ہونا سیاسی ماحول اور معاشرہ دونوں کی اصلاح کرے گا۔ یوپی میں سابق حکومتوں نے اور خاص طور پر بی جے پی کی حکومت نے سیاست کو مذہب اور ذات سے اتنا زیادہ جوڑ دیا ہے کہ ترقی اور ڈلیوری پر لیڈروں کی جوابدہی ختم ہوگئی ہے۔ میری کوشش ہے کہ ان مسائل پر بحث کی جائے جو عوام کی مشکلات کا حل نکالنے سے جڑے ہیں۔

س: کیا ایس پی اور بی ایس پی سے اتحاد ہوسکتا ہے؟

ج: ہم نے پچھلے دو سال میں زمینی سطح پر کافی محنت کی ہے، اب ہماری تنظیم ہر جگہ ہے اور وہ اپنی طاقت دِکھا رہی ہے۔ وزیراعظم کے انتخابی حلقہ بنارس میں، وزیراعلیٰ کے حلقہ گورکھپور میں اور بندیل کھنڈ میں جیسی ریلیاں ہوئی ہیں وہ ہماری تنظیم کے ساتھیوں کی ہی محنت کا نتیجہ ہے۔ جہاں تک انتخابات کے بعد کا سوال ہے تو یوپی اے کی مثال سامنے ہے۔ جب جب فرقہ پرست طاقتوں کو روکنے کی ضرورت پیش آئی ہے کانگریس نے ہمیشہ سب کو ساتھ لے کر چلنے کی پالیسی اپنائی ہے۔

س: بی جے پی، ایس پی، بی ایس پی کے مقابلے کانگریس اس انتخابی لڑائی میں الگ کیسے ہے؟

> **سچائی یہ ہے کہ مودی پریوار کے مخالف نہیں ہیں، صرف انھیں ایک ہی پریوار سے دقت ہے اور وہ اس لیے کہ میرا پریوار نہ ان کے سامنے جھکا ہے اور نہ کبھی جھکے گا۔ رہی بات پریوارواد کی تو میں بی جے پی میں تمام ایسے نیتاؤں کے نام شمار کراسکتی ہوں جو سیاسی خاندان سے آتے ہیں اور انھیں خوب حوصلہ افزائی مل رہی ہے۔**

ج: کانگریس کے لیے ترقی ہی اصل موضوع ہے اس لیے پارٹی نے اپنی مہم کی ابتدا اترپردیش کی ترقی کے عہد کے ساتھ کی ہے۔ ہم کسانوں کا قرض معاف کریں گے۔ بجلی بل ہاف کریں گے، اور کورونا دور کا بل معاف کریں گے۔ ہم نے گیہوں، دھان کی ایم ایس پی ڈھائی ہزار روپے، گنے کی قیمت ۴۰۰ روپے فی کونٹل دینے کا عہد کیا ہے۔ خواتین کو چالیس فیصد ٹکٹ، لڑکیوں کو اسمارٹ فون اور اسکوٹی دینے کی بات کہی ہے۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جن سے اترپردیش میں ایک مثبت سیاست کا راستہ تیار ہوگا۔

س: کیا یہ کانگریس کا مہیلا کارڈ ہے؟

ج: آپ اسے کارڈ کہہ رہے ہیں لیکن خواتین کی حصہ داری کی بات میرے دل کے بے حد قریب ہے۔ کچھ دن پہلے میں موہابہ میں تھی تو ایک بہن مجھ سے ملنے آئی۔ اس کے چودہ سال کے بیٹے کا نہایت بے رحمی سے قتل کردیا گیا تھا۔ ملزمین کے حکومت کے قریب ہونے کی وجہ سے صحیح تفتیش اور کارروائی تک نہیں ہوئی۔ اتنے گہرے رنج والم میں بھی اس خاتون میں انصاف کے لیے لڑنے کا حوصلہ ہے، اس سے دو دن پہلے پھاپھا مئو (پریاگ راج) میں پورے خاندان کا قتل کرکے اس کی سترہ سالہ لڑکی سے اجتماعی عصمت دری کی گئی۔ پریوار کی عورتیں گھبرائی ہوئی تھیں۔ پھر بھی انصاف کی آواز وہ اٹھا رہی تھیں۔ اناؤ ہو یا ہاتھرس بڑے جرائم کے باوجود عورتیں مضبوطی سے اپنی لڑائی خود لڑرہی ہیں لیکن آج انھیں ہلکے میں لیا جارہا ہے۔

س: اترپردیش کے انتخابات کے بعد آپ کی قومی سیاست میں کیا کردار ہوگا؟

ج: میری خواہش ہے کہ انتخابات کے بعد بھی میں اترپردیش میں کام کرتی رہوں۔ انتخابات کا جو بھی نتیجہ ہو، یوپی کو بدحالی کے دلدل سے نکالنے کا کام کرنے کے لیے عہد اور مسلسل پابندی سب سے اہم ہے۔ یوپی میرے دل کے قریب ہے اور اسے چھوڑنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اس کے ساتھ ساتھ جو بھی ذمہ داری پارٹی مجھے دینا چاہے اسے میں نبھانے کے لیے تیار رہوں گی۔

س: یوم دستور کے موقع پر وزیراعظم نریندر مودی نے کانگریس کو ایک پریوار کی پارٹی بتایا ہے، آپ اس کا کیا جواب دیں گی؟

ج: یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ دستور کو تار تار کرنے والی پارٹی اور خود وزیراعظم یوم دستور کے موقع پر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ منتخب حکومتوں کو گرانے میں غیردستوری طریقہ سے قانون پاس کرکے آزاد آوازوں کو دبا کر، بی جے پی نے دستور کے اصولوں پر بار بار حملہ کیا۔ سچائی یہ ہے کہ مودی پریوار کے مخالف نہیں ہیں، صرف انھیں ایک ہی پریوار سے دقت ہے اور وہ اس لیے کہ میرا پریوار نہ ان کے سامنے جھکا ہے اور نہ کبھی جھکے گا۔ وہ کچھ بھی کرلیں، اپنی ایجنسیوں کو ہمارے پیچھے چھوڑ دیں، ہمیں بدنام کروائیں، ہم پر طرح طرح کے کیس لگوا کر ہمارے پریوار کے ممبروں کو پریشان کریں۔ ہمیں جیل میں ڈالیں، کچھ بھی کرلیں ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ رہی بات پریوارواد کی تو میں بی جے پی میں تمام ایسے نیتاؤں کے نام شمار کراسکتی ہوں جو سیاسی خاندان سے آتے ہیں اور انھیں خوب حوصلہ افزائی مل رہی ہے۔ ❏❏

ہوا کے دوش پر

۲۰۲۱ء میں ۲۹۳ صحافی جیل بھیجے گئے - ایک ریکارڈ

۲۰۲۱ء میں صحافیوں کو جیل بھیجنے کا نیا ریکارڈ قائم ہوگیا، نیویارک کی کمیٹی برائے جرنلسٹ پروٹیکشن (سی جے پی) کے مطابق گرفتار ہونے والے صحافیوں میں بیشتر کا تعلق چین اور میانمار سے ہے۔ غیرملکی خبررساں ادارے کی رپورٹ کے مطابق سی جے پی نے اپنی سالانہ رپورٹ میں بتایا ہے کہ دنیا بھر میں رواں سال ۲۹۳ صحافیوں کو قید کیا گیا۔ چین میں ۵۰، برما میں ۲۶، مصر میں ۲۵، ویتنام میں ۲۳، اور بیلا روس میں ۱۹ صحافیوں کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ سعودی عرب، ایران، ترکی، روس، ایتھوپیا اور ارتریا کی جیلوں میں قید صحافیوں کا ذکر کرتے ہوئے سی جے پی نے کہا کہ یکم دسمبر تک دنیا بھر کی جیلوں میں قید صحافیوں کی تعداد ۲۹۳ تک جاپہنچی ہے۔ گزشتہ سال یہ تعداد ۲۸۰ تھی۔ سی جے پی کے ایگزیکٹیو ڈائریکٹر جوئل سیمون نے کہا کہ سی جے پی مسلسل چھ سال سے دنیا بھر میں جیل بھیجے جانے والے صحافیوں کا ریکارڈ تیار کررہی ہے۔ ایک بیان میں ان کا کہنا تھا کہ خبر نشر کرنے یا عوام کو آگاہی فراہم کرنے پر جیل بھیجنا آمرانہ حکمرانی کی علامت ہے۔ سی جے پی ۴۰ سال سے صحافیوں کے قتل، گرفتاری، تشدد اور انھیں دھمکانے کے عمل کی مذمت کررہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہر سال اس فہرست میں ممالک کو دیکھنا تکلیف دہ ہے لیکن یہ خاص طور پر خطرناک ہے کہ میانمار اور ایتھوپیا نے آزاد صحافت کے دروازے بند کردیئے ہیں۔ ایسوسی ایشن نے مزید کہا کہ رواں سال دنیا بھر میں ۲۴ صحافیوں کا قتل کیا گیا۔

سی جے پی کا کہنا ہے کہ مغرب کا نصف کرہ میکسیکو صحافیوں کے حوالے سے جان لیوا ملک رہا ہے جہاں تین صحافیوں کو ان کی رپورٹنگ کے لیے قتل کیا گیا جبکہ چھ کو تحقیقات کی تحریک چلانے پر قتل کیا گیا۔ سالانہ رپورٹ میں بتایا گیا کہ صحافیوں پر تشدد کے حوالے سے ہندستان بھی پیچھے نہیں ہے، جہاں رواں سال چار صحافیوں کو قتل کیا گیا۔ سی جے پی کا کہنا تھا کہ عدم برداشت آزادانہ صحافت پر غالب آرہی ہے جس کی وجہ سے متعدد صحافی جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں۔ رپورٹ میں غور کیا گیا کہ دنیا بھر میں صحافیوں کو پابند کیا جارہا ہے جس میں ہانگ کانگ اور سنکیانگ میں صحافیوں کے خلاف قوانین، میانمار میں بغاوت اور بیلا روس میں اپوزیشن پر کریک ڈاؤن جیسے حربوں کا استعمال کیا جارہا ہے۔

آسٹریلیا میں بوسٹر ڈوز لگوانے کے خواہشمند افراد کی تعداد میں اضافہ

آسٹریلیا میں ایک حالیہ سروے سے پتہ چلا ہے کہ ۸۰ فیصد سے زیادہ آسٹریلوی شہری بوسٹر ڈوز لگوانے کے خواہشمند ہیں۔ دنیا میں کورونا وبا کے نئے خطرناک ویرینٹ اومیکرون کی دہشت بڑھتی جارہی ہے جس کی وجہ سے لوگوں میں اس کا اتنا خوف ہے کہ خود کو مکمل طور سے ویکسی نیشن اور حفاظت کے دیگر اقدامات کو اختیار کرنا انھیں اب ناکافی محسوس ہورہا ہے۔ آسٹریلین نیشنل یونیورسٹی (اے این یو) کے محققین نے ۳۴۰۰ سے زائد افراد پر جاری اپنے سروے کے حالیہ نتائج شائع کیے۔ اس میں یہ پایا گیا کہ ۹.۰۱ء فیصد افراد نے بوسٹر ڈوز دستیاب ہونے پر اسے لگوانے کی خواہش ظاہر کی ہے تاہم سروے میں اس بات کا انکشاف نہیں کیا گیا ہے کہ ایسے کتنے لوگ ہیں جو بوسٹر ڈوز لگوانے سے ہچکچا رہے ہیں۔ قابل ذکر ہے کہ بوسٹر ڈوز فی الحال ۱۸ سال یا اس سے زیادہ عمر کے ان آسٹریلیائی شہریوں کے لیے دستیاب ہے جنھیں کورونا کی دونوں ڈوز لگ چکی ہیں۔ مقامی محکمہ صحت کے مطابق اب تک سولہ سال یا اس سے زیادہ عمر کے ۹۳.۱ء فیصد شہریوں کو ویکسین کی خوراک مل چکی ہے۔

موسم سرما میں ۱۰ لاکھ افغان بچے بھوک کا ہوسکتے ہیں شکار

امریکہ میں موجود ایک تھنک ٹینک نے موسم سرما میں دس لاکھ افغان بچوں کے بھوک سے مرنے کے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے بین الاقوامی برادری سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ افغانستان پر پابندیوں میں نرمی کرے تاکہ ریاستی ناکامی اور بڑے پیمانے پر فاقہ کشی سے بچا جاسکے۔ واشنگٹن میں قائم بین الاقوامی تھنک ٹینک انٹرنیشنل کرائسز گروپ (آئی سی جی) کی جانب سے جاری کردہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افغانستان میں ریاست کی ناکامی اور بڑے پیمانے پر بھوک سے بچنے کے لیے بین الاقوامی طاقتوں کو پابندیوں میں نرمی کرنی چاہیے۔ تھنک ٹینک نے متنبہ کیا کہ طالبان کے قبضے کے نتیجے میں بھوک اور بدحالی گزشتہ دو دہائیوں کے تمام بموں اور گولیوں سے زیادہ لوگوں کو مارسکتی ہے۔ آئی سی جی نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اگر مدد نہ کی گئی تو اس موسم سرما میں دس لاکھ تک افغان بچے بھوک سے مرسکتے ہیں۔ تھنک ٹینک نے امریکہ، یوروپ اور دیگر عطیہ دینے والے ممالک پر زور دیا کہ وہ طالبان حکومت کی توثیق کیے بغیر افغانستان کو تباہ ہونے سے روکنے کے طریقے تلاش کریں۔ دیگر امدادی اداروں نے بھی خبردار کیا ہے کہ افغانستان کو صرف انسانی بنیادوں پر امداد فراہم کرنا بہترین طور پر ایک بینڈ ایڈ کی طرح تھا اور یہ کہ افغانستان کے ساتھ اقتصادی تعلقات افغان ریاست کے خاتمے کو روکنے کے لیے ضروری تھے۔ آئی سی جی و دیگر تھنک ٹینکس اور امدادی ایجنسیوں نے افغان ریاست کے خاتمے کو روکنے کے لیے انسانی ہمدردی سے زیادہ مدد کا طریقہ اختیار کرنے کو کہا ہے۔ تجویز کردہ ہومنٹیرین پلس اقدام میں ڈاکٹروں اور اساتذہ کو تنخواہیں فراہم کرنا، ہسپتال کا سامان بھیجنا اور بجلی کی بحالی شامل ہے۔ رپورٹ میں افغانستان میں اقوام متحدہ کے صحت کے ایک اہلکار کا بیان شامل ہے جس نے خبردار کیا تھا کہ ۲۰۲۲ء کے اوائل میں اسٹاپ گیپ سلوشنز کی رقم ختم ہوجائے گی۔ اقوام متحدہ کے اہلکار نے دلیل دی کہ یہ تجویز کرنا گمراہ کن ہے کہ ریاستی اداروں میں اساتذہ صحت کی دیکھ بھال یا فوڈ سیکورٹی کے کارکنوں کی مالی مدد کسی طرح مکمل طور پر انسانی بنیادوں پر نہیں ہے۔ مگر رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ کے ایک سفارتکار نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور کہا کہ طالبان حکومت کو معاون فوائد کے ساتھ مالی اعانت حد سے باہر ہے۔ یہ بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ دنیا کے ساتھ کابل کے اقتصادی تعلقات کا اصل ثالث امریکہ ہی ہے اور بائیڈن انتظامیہ امدادی آپشنز کی تلاش کررہی ہے اور ابھی تک ان کی شناخت نہیں کررہی ہے جو ملک کے طالبان حکمرانوں کو مکمل طور پر ناکام بنادیں گے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ دیگر عطیہ دہندگان واشنگٹن سے سگنلز کا انتظار کررہے تھے۔ آئی سی جی نے فائدہ اُٹھانے کے تین اہم نکات کی نشاندہی کی جن کے باعث طالبان حکومت کے خلاف مغربی عطیہ دہندگان کی پالیسیوں کی تشکیل میں امریکہ کو ایک بڑا کردار حاصل ہے، اس بڑے امریکی کردار کی وجہ طالبان حکومت کے منجمد اثاثے، امریکی پابندیاں اور امریکہ کا کثیر جہتی شعبوں میں اثر ورسوخ ہے۔

ماضی کے جھروکے سے
تاریخ آزادی کا ایک ورق

جو شہید ہوئے ہیں ان کی ذرا یاد کرو قربانی (۱)

تحریر: سیّد محمد ماجد حسن مظاہری

والٹن کی آواز دور تک گونجتی چلی گئی۔ سراج الدولہ! کان کھول کر سن لو میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ میں تمھارے اس ملک میں جنگ کی وہ آگ لگاؤں گا کہ گنگا کا پانی بھی اسے نہ بجھا سکے گا، والٹن اس بات پر تلملایا ہوا تھا جب وطن عزیز کے اس پہلے مجاہد سراج الدولہ نے ۱۷۵۵ء کو انگریزوں پر حملہ کرکے ان سے کلکتہ چھین لیا تھا۔ نواب سراج الدولہ اور ان کے نانا علی وردی خاں کو یہ شرف حاصل ہے جنھوں نے سب سے پہلے یہ سوچا تھا کہ اگر ہمارے اس پیارے وطن میں ان غیر ملکیوں نے اپنے قدم جمالیے اور مضبوطی حاصل کرلی تو صرف کاروبار ہی نہیں بلکہ سارا ایشیا ان کی زد میں آجائے گا اور ہمارا وطن عزیز ہندستان انگریزوں کا غلام بن جائے گا۔ یہ سوچ کر کہ غیروں کی غلامی سے وطن عزیز محفوظ رہے اس مرد مجاہد نے اپنی تلوار نیام سے باہر کی، انگریزوں کو جب ان کے جذبۂ حب الوطنی کی خبر ہوئی تو انھوں نے آزادئ وطن کے لیے کھلنے والے اس پھول کو مسل دینے میں اپنی عافیت سمجھی اور پلاسی کے مقام پر اپنوں کی غداری اور سازش کی وجہ سے یہ بہادر انگریزوں سے لڑتے ہوئے ۲۹ جون ۱۷۵۷ء کو وطن عزیز کی خاطر شہید ہوگئے۔ وقت گزرتا گیا، مہمان بن کر آنے والا اجنبی ہندستان میں اپنے قدم جماتا رہا اور ہندستانی لوگوں کو حقیر سمجھتے ہوئے ان کو ذلیل کرنا شروع کردیا، ایسے حالات میں میسور نے ایک شیر کو جنم دیا جس نے ۲۶ دسمبر ۱۷۸۲ء کو اقتدار سنبھالا جسے آج بھی دنیا شیر میسور کے نام سے یاد کرتی ہے، یعنی ٹیپو سلطان!

ٹیپو کے بارے میں ڈاکٹر سین لکھتے ہیں ''ٹیپو سلطان اسلام کے سچے شیدائی تھے، اس کے باوجود اپنی ہندو رعایا کو ہمیشہ خوش رکھتے تھے۔ انھوں نے بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر ہندوؤں کو فائز کیا اور مندروں کو جاگیریں عطا کیں۔ اسی لیے ٹیپو سلطان اپنی سلطنت کو سلطنت خداداد کہتے تھے۔ ان کے دورِ اقتدار میں کہیں بھی نسلی امتیاز کا نشان نہیں ملتا، ان کی نجی زندگی بھی بالکل صاف اور ہر طرح کی برائیوں سے پاک تھی، انگریز تجارت کے بہانے ہندستان آیا اور آہستہ آہستہ ملک کو اپنی غلامی کی زنجیر میں جکڑنا شروع کردیا۔ اس وجہ سے سلطان کی رگ رگ میں انگریزوں سے نفرت پیدا ہوگئی اور وہ اپنے وطن عزیز کا سب سے بڑا دشمن انگریزوں کو تصور کرنے لگے۔

سلطان کی وطن عزیز کی محبت سے انگریز بخوبی

انگریزوں نے منگل پانڈے گرفتار کرکے ان پر مقدمہ دائر کردیا۔ ۶/اپریل ۱۸۵۷ء کے دن اس بہادر برہمن منگل پانڈے پر دو الزام لگائے گئے، یہ باغی ہے اور اس نے افسروں کے خلاف تشدد کیا۔ سماعت کے بعد ۸/اپریل ۱۸۵۷ء کو آزادی کے اس متوالے کو بارک پور میں پھانسی دے دی گئی۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۶ سال تھی۔

واقف تھے، اس لیے غداروں کی شہ پر انگریزوں نے میسور پر حملہ کردیا اور سلطان کے قلعہ تک پہنچ گئے اور انھیں شہید کردیا۔ وقت گزرتا رہا، ہندستان پستا رہا۔ دو سو سال انگریز نے ہندستانیوں کو غلام بنا کر ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس کی داستان بہت طویل ہے۔ مختصراً یہ کہ ۱۸۰۸ء میں سرجان کرادراک نے جو کہ ویلور میں انگریزی فوج کا کمانڈر ان چیف تھا، اپنے فوجی قوانین میں چار باتوں کا اضافہ کیا۔ ماتھے پر تلک نہ لگائیں، کانوں میں بالی نہ پہنیں، داڑھیاں منڈوائیں اور ہندستانی طرز کی ٹوپی نہ اوڑھیں بلکہ ہیٹ لگائیں۔

انگریزوں کے ان قوانین نے مسلمانوں اور ہندوؤں میں ایک ساتھ انگریز کے خلاف نفرت کے بیج بو دیئے جنھوں نے ۱۸۵۷ء میں ملک کی آزادی کی تحریک کو بڑھاوا دیا۔ کیونکہ انگریزوں نے دیوتاؤں کے ملک کو تثلیث کا پجاری بنانا شروع کردیا۔ ایسے میں شاہ اسماعیل صاحبؒ دل سے پکار اُٹھے۔ ''ہندوؤں اٹھو! وطن فرنگیوں سے چھین لو...... پھونک دو، برباد کردو آشیاں انگریز کا۔'' پھر انگریزوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کو آزمائش میں ڈالنے کے لیے ہندستانی فوجیوں کی رائفلوں کے لیے ایسے کارتوس ایجاد کیے جن میں جان بوجھ کر سور اور گائے کی چربی استعمال کی گئی، اسے استعمال کرنے سے پہلے دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا اور یہ اس لیے کیا گیا کہ مسلمان سور کو حرام سمجھتے ہیں اور ہندو گائے کو عزت بخشتے ہیں، تاکہ ان کا مذہب خراب ہو، ایسے میں انگریز کا پہلا باغی فوجی ہونے کا شرف منگل پانڈے کو حاصل ہوا، جب ان کی پلٹن ۳۴ کو یہ کارتوس استعمال کرنے کو کہا گیا تو منگل پانڈے نے انگریز سارجنٹ پہ گولی داغ دی۔ جیسے ہی یہ خبر ایڈجوٹائٹ لیفٹیننٹ کو ملی وہ غصہ میں بھرا ہوا گھوڑے پر سوار آیا۔ منگل پانڈے نے اس پر بھی گولی چلادی، ایک انگریز نے بندوق کا کندہ منگل پانڈے کے سر پر مارا۔ جب منگل پانڈے کو یقین ہوگیا کہ میں گرفتار کرلیا جاؤں گا تو انھوں نے اپنی بندوق سے خودکشی کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ انگریزوں نے انھیں گرفتار کرکے ان پر مقدمہ دائر کردیا۔ ۶/اپریل ۱۸۵۷ء کے دن اس بہادر برہمن منگل پانڈے پر دو الزام لگائے گئے، یہ باغی ہے اور اس نے افسروں کے خلاف تشدد کیا۔ سماعت کے بعد ۸/اپریل ۱۸۵۷ء کو آزادی کے اس متوالے کو بارک پور میں پھانسی دے دی گئی۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۶ سال تھی۔ (جاری)

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کا معمول

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے دور کے زبردست مفسر، مجاہد اور مصلح تھے، اور جن کا فیض آج بھی پاکستان میں جگہ جگہ محسوس ہوتا ہے، آپ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ جب بھی کہیں تبلیغی دورہ پر تشریف لے جاتے تو اپنا کرایہ خرچ کرکے جاتے، دوسروں سے کرایہ نہیں لیتے تھے، اور پہلے ہی دعوت دینے والے سے یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ نے توفیق دی کرایہ ہوا تو آؤں گا ورنہ نہیں آؤں گا۔ ایک مرتبہ نواب محمد حیات خاں صاحب قریشی جو اپنے علاقہ کے بڑے رئیس تھے، انہوں نے اپنے علاقہ میں آنے کی دعوت دی اور دینی ضرورت کا اظہار کیا، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں جانے کو تیار ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ مجھ کو آمد و رفت کے کرایہ اور کھانے پر مجبور نہ کیا جائے۔ چناں چہ آپ نواب صاحب کے علاقہ میں اس شان سے تشریف لے گئے کہ چمڑے کے مصلے میں بھنے ہوئے چنے باندھ لئے اور ایک لوٹا ساتھ رکھ لیا اور جتنے دن بھی وہاں قیام فرمایا دن بھر وعظ و تقریر کرتے اور رات میں چنے چبا کر پانی پی لیتے۔ ایک دن بھی نواب صاحب کے یہاں کھانا نہیں کھایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ دنیا دار غرور کو کاٹنے کے لئے میں نے استغناء سے تیز دھار دار آلہ نہیں دیکھا، نیز آپ فرماتے تھے کہ اگر میں دنیا داروں سے تحفہ و تحائف لیتا اور مرغ پلاؤ کھاتا، تو شیطان ان کو سکھاتا کہ حضرت صاحب خاطر مدارات کروا گئے اور کرایہ کے نام سے پیسے بھی لے گئے اور ہمیں وعظ بھی سنا گئے ''عوض معاوضہ گلہ نہ دارد''۔ اس طرح سے میرے سارے اوقات رائیگاں جاتے اور نہ ان کی آخرت سنورتی اور نہ میں ہی عنداللہ ماجور ہوتا۔ (بیس بڑے مسلمان ۶۸۲) حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے کہ اللہ والوں کی صحبت میں استغناء عن الخلق اور احتیاج اللہ کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظامِ حکومت (۲۷)

ایوانِ نمائندگان (House of Representatives): امریکن کانگریس یا وفاقی یا مرکزی مجلس قانون ساز (Federal Or Central Legislature) کے ایوانِ زیریں (Lower House) کو ایوانِ نمائندگان (House of Representative) کہتے ہیں۔ اسے ریاستہائے متحدہ کے ووٹر یا جمہور منتخب کرتے ہیں۔ اس میں ریاستوں کو آبادی کے لحاظ سے نمائندگی حاصل ہے۔ اس کے ممبروں کی کل تعداد الاسکا اور ہوائی کی شمولیت کے بعد ۴۳۷ ہے۔ کانگریس ریاست میں ایوان کے ممبروں کی تعداد کو آبادی کے لحاظ سے مقرر کرتی ہے۔ اس کے ممبر دو برس کے لیے منتخب کیے جاتے ہیں۔ اس مدت سے پہلے ایوان کو برخاست نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے اجلاس باقاعدہ وقتوں کے بعد منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر صدر اس کے خاص یا اسپیشل اجلاس بھی طلب کرسکتا ہے۔

ممبری کے لیے شرطیں: ایوان کے الیکشن کے لیے کھڑے ہونے والے امیدواروں کے لیے ضروری ہے کہ ان کی عمر ۲۵ سال سے کم نہ ہو اور وہ کم سے کم سات سال سے ریاستہائے متحدہ کے شہری کی حیثیت سے رہ رہے ہوں اور وہ اسی ریاست کے شہری ہوں جہاں سے وہ الیکشن لڑ رہے ہوں۔ سرکاری ملازم یا وہ لوگ جو حکومت کے کسی منفعت بخش عہدے پر مامور ہوں، اس الیکشن میں حصہ نہیں لے سکتے۔

حقوق اور مراعات (Privileges): ایوان کے ہر ممبر کو ساڑھے ۴۲ ہزار ڈالر سالانہ تنخواہ ملتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے کاموں کی انجام دہی کے لیے ایک کلرک بھی رکھ سکتے ہیں۔ اس کی تنخواہ ساڑھے بارہ ہزار ڈالر سالانہ الگ سے دی جاتی ہے، اس کے علاوہ اس کو دوسرے الاؤنس بھی ملتے ہیں۔ ۱۹۴۶ء کے ایک قانون کی رو سے ان اشخاص کو جو چھ برس تک ایوان کے ممبر رہ چکے ہوں اور جن کی عمر ۶۲ سال یا اس سے زیادہ ہو، پنشن بھی دی جاتی ہے۔ وہ اپنے انتخابی حلقے میں بغیر محصول ڈاک کے خط بھیج سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ انھیں سفر خرچ یا Travelling الاؤنس بھی ملتا ہے۔ انھیں ایوان میں آزادئ تقریر پورے طور سے حاصل ہے۔ وہ ایوان میں جس قسم کی بھی چاہیں تقریر کریں، اس پر انھیں سزا نہیں دی جاسکتی۔

گاھے گاھے باز خواں...... ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی

۳ تا ۹/ مارچ ۲۰۰۶ء

توہین رسالت کے خلاف اظہارِ ناراضگی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں

ایک عرصہ سے دنیا بھر خاص طور پر یوروپ میں توہین رسالت کو محض ناموری حاصل کرنے کے لیے ایک ذریعہ کے طور پر اپنایا جاتا رہا ہے۔ ۲۰۰۶ء میں ڈنمارک میں ایک کارٹونسٹ نے بھی یہ حرکت کی تھی جس پر پورا عالم اسلام بلبلا اُٹھا تھا، اس پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ سپردِ قلم کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

اسلام و شعائر اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جارحیت کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مسلمانوں کے جذبہ ایمان کو آزمانے کے لیے صیہونیت پسند یوروپ اور ان کی تقلید کرنے والے ہندستانی فرقہ پرست اسلام کی ابتداء سے ہی یہ حرکتیں کرتے رہے ہیں۔ کبھی قرآن پر حملہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ غیر مسلموں کو قتل کرڈالنے کی تعلیم دیتا ہے، کبھی اذان پر پابندی کی بات کی جاتی ہے کہ وہ نام نہاد صوتی کثافت کا ذریعہ ہے اور کبھی پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹون اور مفروضہ تصویر شائع کرکے مسلمانوں کے خون میں گرمی پیدا کی جاتی ہے۔

ابھی گذشتہ سال ستمبر میں ڈنمارک کے ایک دریدہ دہن کارٹونسٹ نے ہادئ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اہانت آمیز کارٹون تیار کیے اور انھیں ڈنمارک کے ایک اخبار ''جیلینڈس پوسٹن'' نے شائع کیا۔ ظاہر ہے کارٹونسٹ اور اخبار کی یہ جسارت مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ فطری طور پر مسلمانوں میں ناراضگی پیدا ہوئی اور انھوں نے مختلف سطحوں پر اس کا اظہار بھی کیا۔ حق تو یہ تھا کہ کارٹونسٹ اور اخبار اس کے لیے معافی مانگ لیتے، مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا اور اخبار کا معافی نامہ بھی اس وقت آیا جب معاملہ بہت آگے نکل چکا تھا جبکہ کارٹونسٹ اس کے لیے معافی مانگنے سے صاف انکار کررہا ہے۔ ڈنمارک کی حکومت کا رویہ بھی معاملہ کو الجھا رہا ہے۔ اس نے یہ کہہ کر کارٹونسٹ کے خلاف کارروائی سے انکار کردیا ہے کہ ڈنمارک ایک آزاد اور جمہوری ملک ہے جو اظہارِ رائے کی آزادی کو سلب نہیں کرسکتا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اظہارِ رائے کی آزادی کا یہ مفہوم کسی بھی طور پر صحیح نہیں مانا جاسکتا کہ اس کے ذریعہ کسی کی توہین یا دل آزاری کا ارتکاب کیا جائے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ توہین رسالت کے خلاف مسلسل پانچ ماہ سے جاری مسلمانوں کی یہ تحریک نہایت سنگین صورت اختیار کرچکی ہے۔

اس کی مخالفت اس پر احتجاج اور مظاہرہ صرف عالم اسلام تک محدود نہیں رہا بلکہ ان ملکوں میں بھی جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں حتیٰ کہ یورپی ملکوں میں بھی مظاہرے ہورہے ہیں اور مسلمان اپنی ناراضگی کا اظہار کررہے ہیں، شام اور لبنان میں مسلمانوں کا غم وغصہ زبانی احتجاج سے آگے بڑھ گیا اور انھوں نے شام میں ڈنمارک، ناروے اور سویڈن کے اور لبنان میں ڈنمارک کے سفارتخانوں کو نذرِ آتش کردیا ہے۔ مسلمانوں کے جذبات کو دیکھتے ہوئے بعض مسلم ممالک مثلاً سعودی عرب، شام، لیبیا اور ایران وغیرہ نے ڈنمارک سے اپنے سفارتی تعلقات ختم کردیئے۔ اور وہاں کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا اعلان کردیا۔ بعض مسلم ملکوں نے یہ قدم تو نہیں اُٹھایا تاہم انھوں نے بھی کارٹون کی اشاعت کی شدید مذمت کرتے ہوئے پرزور احتجاج کیا ہے۔ ان کے اس قدم سے بحیثیت مجموعی پورا یورپ متاثر ہوا ہے اور ڈنمارک اور ناروے کی حکومتیں تو ہل کر ہی رہ گئی ہیں۔

کارٹون تنازعہ پر عالمی سطح پر مسلمانوں نے جس طرح کی ناراضگی کا اظہار کیا اس سے اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ اس نے پورے مغرب کو سکتہ میں ڈال دیا ہے، اس کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ پوری دنیا کے مسلمان اور مسلم ممالک اس معاملہ پر اس طرح اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اب وہ چاہتے ہوئے بھی اس معاملہ کو نہیں دبا سکتے کیونکہ پریس کی آزادی، آزادئ اظہارِ رائے اور جمہوریت کا جو نام نہاد اصول انھوں نے بنا رکھا ہے اس کے رہتے ہوئے وہ بے بس ہیں، ان کی اس بے بسی اور مجبوری کا فائدہ ڈنمارک کے بعد ناروے، فرانس، جرمنی، بلغاریہ، ہنگری، امریکہ، اٹلی، اسپین، سوئزرلینڈ، پولینڈ، جاپان، آسٹریلیا، یوکرین وغیرہ کے اخبارات نے اُٹھا کر جلتی پر تیل ڈالنے کا کام کیا ہے۔ انھوں نے متنازعہ کارٹون کی نقول شائع کرکے اس معاملہ کو اور بھی طول دے دیا ہے۔

کارٹون کے تنازعہ نے جہاں مغرب کی اسلام و مسلم دشمنی اور اس کی دہری پالیسی کو بے نقاب کیا ہے وہیں اس نے پریس کی آزادی، آزادئ اظہارِ رائے اور جمہوریت کے نام نہاد مغربی اصول پر بھی ایک نئی بحث چھیڑ دی ہے اور اس کی مذمت دنیا کا ہر انصاف پسند شہری کررہا ہے حتیٰ کہ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کوفی عنان نے حالیہ تنازعہ پر بولتے ہوئے اس اصول کو بے لگام رکھنے کی مخالفت کی ہے۔ متنازعہ کارٹون کی اشاعت پر آج مغرب کا جو موقف ہے اس سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس اصول کا اطلاق صرف عیسائیت اور یہودیت کو چھوڑ کر دیگر تمام مذاہب خصوصاً اسلام اور اس کے پیروکاروں پر ہی کیوں کرتا ہے۔ اس نے عیسائیت اور یہودیت کی توہین کے خلاف سخت قوانین کیوں بنا رکھے ہیں، ان کی شان میں گستاخی سے پورا مغرب کیوں چراغ پا ہوجاتا ہے۔ یورپ اس حقیقت کو کیوں فراموش کردیتا ہے کہ ۱۹۸۷ء میں جب صلیبی نشان کو پیشاب خانہ میں دِکھانے کی حرکت کی گئی تھی تو اس وقت پورے یورپ میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی تھی اور وہاں کی حکومتوں نے اسے کافی سنجیدگی سے لیا تھا۔ آج جب مسلمان احتجاج کررہے ہیں تو مغرب مذکورہ اصول کی دُہائی دے رہا ہے۔ زیادہ دن نہیں ہوئے صرف دو ماہ قبل ایرانی صدر محمود احمد نژاد نے اسرائیل مخالف بیان دیا تھا اور مغرب کے یہودیوں کے ''قتل عام'' نظریہ پر سوالیہ نشان لگاتے ہوئے اسرائیل کو مغربی ایشیا سے نکال کر یورپ میں بسانے اور یورپ کے ذریعہ یہودیوں کے نقصان کی تلافی کی بات کہی تھی تو اسرائیل سمیت پورا یورپ اور امریکہ تلملا اُٹھا تھا۔ اور ایران کے خلاف کارروائی کی مانگ کی گئی تھی۔ اس وقت یورپ نے آزادئ اظہارِ رائے کے اپنے ہی اصول کو نظر انداز کردیا اور اس معاملہ پر بحث کو جلد ہی دبا دیا کیونکہ اس سے ان کی اصلیت سامنے آرہی تھی۔ پوری دُنیا کے مسلمانوں اور مسلم ملکوں نے دیر سے ہی سہی لیکن دلآزار کارٹون کی اشاعت پر اتحاد کا ثبوت دیتے ہوئے جو موقف اختیار کیا ہے اس سے آئندہ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے سے پہلے مغرب کو سو بار سوچنا پڑے گا۔

آج یورپ اس معاملہ پر جس طرح مسلمانوں کے اتحاد اور ان کے اظہارِ ناراضگی سے پریشان ہے اس سے یقیناً بین الاقوامی سطح پر مسلم مسائل خصوصاً مغربی ایشیا کے مسائل پر دور (باقی صفحہ ۱۴ پر)

عالمِ اسلام

چین سے دمام کے لیے سمندری کارگو کی سہولت

چین سے دمام کی کنگ عبدالعزیز بندرگاہ کے لیے کارگو کی نئی سروس شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔عاجل ویب سائٹ کے مطابق بندرگاہوں کی سعودی اتھارٹی (موانی) نے یہ اعلان پیر کو بین الاقوامی سعودی جہاز راں کمپنی کے تعاون سے کیا ہے۔موانی کا کہنا ہے کہ نئی سروس سے دنیا بھر کی بندرگاہوں اور سعودی بندرگاہوں کے درمیان نئی سروس مضبوط ہوگی۔لاجسٹک خدمات اور سمندری جہاز رانی کی صنعت میں بڑی تبدیلی آئے گی۔انٹرنیشنل لاجسٹک کی حیثیت سے مملکت کی حیثیت مزید مستحکم ہوگی۔نئی سروس کی بدولت جنوبی اور وسطی چین کی اہم بندرگاہیں خلیج عرب سے جڑ جائیں گی۔ دونوں علاقوں کے درمیان براہِ راست جہاز چلیں گے۔ پہلا جہاز ۱۵؍دسمبر کو چین سے روانہ ہوکر کنگ عبدالعزیز بندرگاہ دمام پہنچ چکا ہے۔یہاں سے چینی بندرگاہ ننگ بوتچوچان واپس روانہ ہوگیا ہے۔اس سے چین اور سعودی عرب کے درمیان برآمدات میں سہولت پیدا ہوگی اور کنگ عبدالعزیز بندرگاہ کی اہمیت پورے علاقے میں نمایاں شکل میں سامنے آئے گی۔

کویتی فوج میں خواتین کی بھرتی کا آغاز

کویتی فوج میں پہلی بار خواتین کو بھرتی کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔کویتی فوج کے کمانڈر کا کہنا ہے کہ دو ماہ قبل فیصلہ کیا گیا تھا کہ خواتین کو عسکری شعبے میں شامل کیا جائے گا۔فیصلے پر عمل درآمد کرتے ہوئے آئندہ اتوار کے روز سے بھرتی کا آغاز کیا جائے گا۔عاجل ویب سائٹ کے مطابق کویتی فوج کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ گریجویٹ، ڈپلومہ ہولڈر، بارہویں، گیارہویں یا اس سے کم درجے کی تعلیمی قابلیت رکھنے والی خواتین نان کمیشنڈ آفیسر اور آفیسر کے لیے درخواستیں دے سکتی ہیں۔امیدوار خواتین کیلیے جاری شرائط میں کہا گیا ہے کہ درخواست گزار کویتی ہوں، عمر کی حد ۱۸ سے ۲۶ برس ہو، عمر کی انتہائی حد سے پیشہ ورانہ اور فنی مہارت کے شعبے سے تعلق رکھنے والی خواتین مستثنٰی ہوں گی، امیدوار خواتین صحت مند اور اچھے کردار کی مالک ہوں۔ بھرتی کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ امیدوار خاتون فوجداری کے کسی مقدمے یا غیر اخلاقی سرگرمی، امانت میں خیانت جیسے کسی کیس کی سزایافتہ نہ ہو، ڈگری کویت میں منظور شدہ ہو۔

اونٹنی کا دودھ صحت کیلئے کتنا مفید؟

شاہ عبدالعزیز انٹرنیشنل کیمل کانفرنس کا پہلا اجلاس اتوار کو ریاض میں منعقد ہوا جس میں شرکا نے اونٹنی کے دودھ اور اس سے تیار کی جانے والی اشیا کی افادیت کو جدید طبی نکتے سے ثابت کیا۔سعودی خبر رساں ایجنسی ایس پی اے کے مطابق کانفرنس میں پاکستان سے ڈاکٹر عبدالرزاق، سعودی عرب سے ڈاکٹر سندا السبیعی، امریکہ سے ڈاکٹر کرسٹینا اور سوڈان سے ڈاکٹر محمد اوہاج نے مباحثے میں حصہ لیا۔کانفرنس کے شرکا نے کہا کہ اونٹنی کے دودھ سے مصنوعات کی تیاری کا پروجیکٹ شروع کیا جائے جو موثر ہوگا۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ اونٹنی کا دودھ بہت خوبیوں کا حامل ہے۔ڈاکٹر سندا السبیعی نے کہا کہ اونٹنی کا دودھ بے حد مفید ہے جو صحرا نشینوں کی صحت مندانہ زندگی اور ان کی طاقت کا راز ہے۔اس میں بیماریوں کا علاج بھی ہے۔انسانی جسم میں وٹامن سی کی کمی کو دور کرتا ہے۔دراصل اونٹنی صحرا میں مختلف اقسام کی جڑی بوٹی اور پودے کھاتی جن کی افادیت اس کے دودھ میں شامل ہوجاتی ہیں۔ اونٹنی کا دودھ بہت سے امراض خاص کر بچوں کی بیماریوں میں کافی مفید ہے۔

معاشرہ کی چند خرابیاں اور ان کی اصلاح کی تدابیر

تحریر: محمد عبدالحلیم اطہر سہروردی

عصر حاضر میں معاشرہ کی مختلف برائیوں میں سے چند برائیاں ہمارے معاشرہ میں کافی عام ہوگئی ہیں، ان میں سے یہاں کچھ برائیوں کا جیسے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا فقدان، ٹی وی، موبائیل اور انٹرنیٹ کا غلط استعمال، کھیل کود میں وقت ضائع کرنا، بے پردگی، غیبت، جھوٹ، رشوت، سود اور جہیز کی لعنت اور مہر کی ادائیگی میں تاخیر اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا ذکر کیا جارہا ہے اس پیغام کے ساتھ کہ ہمیں مشترکہ طور پر اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ ایک صالح معاشرہ قائم رہے۔

اِن دنوں ہم عصری تعلیم کو اس قدر اہمیت دے رہے ہیں کہ بچوں اور بچیوں کو بالغ ہونے کے باوجود اس لئے نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کروایا جاتا، روزہ نہیں رکھوایا جاتا اور قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرائی جاتی کیونکہ ان کو اسکول جانا ہے، ہوم ورک کرنا ہے، پروجیکٹ تیار کرنا ہے، امتحان کی تیاری کرنی ہے وغیرہ وغیرہ، یعنی دنیاوی تعلیم کے لئے ہر طرح کی جان ومال اور وقت کی قربانی دینا آسان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ جو طلبہ عصری درس گاہوں سے پڑھ کر نکل رہے ہیں اُن میں سے ایک بڑی تعداد دین کے ضروری مسائل سے ناواقف ہوتی ہے۔یقیناً ہم اپنے بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر اور پروفیسر بنائیں لیکن سب سے قبل ان کو مسلمان بنائیں۔ لہٰذا اسلام کے بنیادی ارکان کی ضروری معلومات کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسلامی تاریخ سے ان کو ضرور بالضرور روشناس کرائیں۔ اگر ہمارا بچہ ڈاکٹر یا انجینئر یا لیکچرار بنا لیکن شریعت اسلامیہ کے بنیادی احکام سے ناواقف ہے تو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمیں جواب دینا ہوگا۔قرآن وحدیث میں علم کی اہمیت پر بار بار تاکید فرمائی گئی ہے، حتی کہ پہلی وحی کا پہلا لفظ "اقرأ" بھی اسی طرف رہنمائی کرتا ہے۔مگر عصر حاضر میں ہم نے اِن تمام آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کا تعلق عملی طور پر خالص دنیاوی تعلیم یعنی عصری سے جوڑ دیا ہے حالانکہ قرآن وحدیث میں جہاں جہاں بھی علم کا ذکر آیا ہے، وہاں وضاحت موجود ہے کہ اُسی علم سے دونوں جہاں میں بلند واعلیٰ مقام ملے گا جس کے ذریعہ اللہ کا خوف پیدا ہو، جو تقدیر پر ایمان کی تعلیم دیتا ہو اور جس کے ذریعہ انسان اپنے حقیقی خالق ومالک ورازق کو پہچانے، اور ظاہر ہے کہ یہ کیفیت قرآن وحدیث اور اِن دونوں علوم سے ماخوذ علم سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

معاشرہ کی بے شمار برائیاں ٹی وی، موبائل اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے پھیل رہی ہیں، اس وقت جتنے گناہ اور بدکاریا اور برائیاں معاشرہ میں ناسور بنی ہوئی ہیں ان میں سے اکثر کا سبب یہی ٹی وی، موبائیل اور انٹرنیٹ ہے، اور اس کا استعمال اس قدر عام ہوگیا ہے کہ بیان سے باہر ہے، کوئی گھر ایسا نہیں ہے جو ٹی وی، موبائل اور انٹرنیٹ کے بغیر ہو، اور اب یہ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی گمراہی، بے راہ روی اور اخلاقی تنزلی کا سبب بن گیا ہے، فحاشی اور عریانیت اور بے حیائی کی کراہیت اس ٹی وی، موبائل اور انٹرنیٹ نے لوگوں کے دل و دماغ سے نکال دی، لہٰذا فحاشی وعریانیت وبے حیائی کے پروگرام دیکھنے سے اپنے آپ کو بھی دور رکھیں، اور اپنی اولاد وگھر والوں کی بھی خاص نگرانی رکھیں تاکہ یہ جدید وسائل ہماری آل اولاد کی دنیا کی تباہی اور آخرت میں ناکامی کا سبب نہ بنیں کیونکہ ہم سے ہمارے گھر والوں کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔سورۃ التحریم، فی زمانہ آپ دیکھیں گے کہ اس ٹی وی، موبائیل اور انٹرنیٹ سے کس قدر تباہیاں ہورہی ہیں کتنے گھر مسائل میں الجھے ہوئے ہیں کتنے گھروں کے لڑکے اور لڑکیاں گمراہی، بے راہ روی اور اخلاقی تنزلی کا شکار ہوکر بدنامی کا سبب بن رہے ہیں، ٹی وی، موبائیل اور انٹرنیٹ کے استعمال کو محدود کرنے کے ساتھ ساتھ اسکے صحیح استعمال کی فکر ونگرانی کرنا اس قوم کا اہم تقاضہ ہے۔

کھیل کود میں بچوں کو زیادہ دلچسپی ہوتی ہے اور کچھ دیر کھیلنا بھی ان کے لئے ضروری ہے لیکن اس وقت کیونکہ اسکول یا تو آن لائن چل رہے ہیں یا محدود وقت تک چل رہے ہیں اس کے بعد بچوں کا بہت زیادہ وقت کھیل کود میں ضائع ہورہا ہے کہیں کیرم تو کہیں شٹل کاک تو کہیں کارڈس ایسے اور بھی گھریلو کھیل ہیں جس میں بچوں کا زیادہ وقت برباد ہورہا ہے جس کی وجہ سے تعلیمی سرگرمیاں انہیں بوجھ معلوم ہورہی ہیں اور اس کے لئے انہیں بار بار کہنا پڑ رہا ہے اور زبردستی کھیل سے اٹھا کر پڑھنے کے لئے لے جانا پڑ رہا ہے، اور ایسے ہی کھیلوں میں ایک کھیل کرکٹ کا ہے بعض حضرات خاص کر ہمارے نوجوان کرکٹ میچ دیکھنے، اس سے متعلق دیگر معلومات حاصل کرنے اور آئندہ کے میچوں میں جیت ہار کے اندازے، نیز اس کے متعلق بحث ومباحثہ میں اپنی زندگی کا قیمتی وقت لگاتے ہیں۔ہمیں غور وفکر کرنا چاہئے کہ ان امور میں وقت صرف کرنا اب تک ہماری زندگی میں کتنا نفع بخش ثابت ہوا۔لہٰذا عقلمندی اسی میں ہے کہ کرکٹ کھیلنے یا میچ دیکھنے میں ہماری مشغولیت اللہ کے احکام مثلاً نماز کی ادائیگی سے مانع نہ بنے۔ اس کے علاوہ دوسرے کھیل بھی ہماری دینی و دنیاوی فریضوں میں کوتاہی کا باعث نہ ہو اور خاص طور پر طلباء وطالبات کی تعلیم میں رکاوٹ نہ بنے۔

پاکیزہ معاشرہ اور صاف ستھری سوسائٹی کے لئے اسلام نے عورتوں کو گھروں میں رکھ کر گھریلو ذمہ داریاں ان کو دی ہیں اور مردوں کو باہر کی ذمہ داریوں کا پابند کرکے مردوں اور عورتوں کے باہمی اختلاط سے حتی الامکان روکا ہے تاکہ ایک صاف ستھرا اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکے اور مسلم معاشرے کی یہ خصوصیت اب تک باقی تھی لیکن اس صدی میں مغربی تہذیب سے ہمارا معاشرہ بری طرح متاثر ہوا ہے اور افسوس وفکر کی بات ہے کہ اس کا مقابلہ کرنے کے بجائے بعض مسلم دانشور اس کوشش میں ہیں کہ بے پردگی کو جواز کا درجہ دیدیا جائے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ شرمگاہ کی حفاظت پردہ سے ہی ہوتی ہے۔ اور عصمت دری کی ابتداء بے پردگی سے ہوکر زنا کی حد تک جاپہنچتی ہے۔چنانچہ مشہور حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے: رسول اللہ کا ارشاد ہے آنکھ بھی زنا کرتی ہے اور آنکھ کا زنا بدنگاہی ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کردیتی ہے۔ (صحیح بخاری) اسی طرح فرمان الٰہی کے مطابق عورتوں کو زمین پر پیر پٹخ کر چلنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ کہیں پازیب کی جھنکار وزینت سے کوئی گرویدہ نہ ہوجائے۔(سورۃ النور) اگر پازیب کی آواز کو پردہ میں رکھا گیا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایک عورت کو زیب وزینت کے ساتھ بے پردہ گھومنے کی اجازت دی جائے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حالت احرام میں بھی جب مردوں کا گزر ہوتا تھا تو ہم عورتیں اپنے چہروں کو ڈھانک لیتی تھیں۔ حالانکہ حالت احرام میں چہرہ کا کھولنا واجب ہے۔لیکن ایک عمومی واجب پر عمل کرنے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی احرام کے واجب کو ترک کردیتی تھیں، ورنہ اگر چہرہ کا پردہ عام حالت میں صرف مستحب ہوتا تو استحباب کے لئے صحابیات اور خاص طور سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ترک واجب نہ کرتیں۔

غیبت: کسی مسلمان بھائی کی کسی کے سامنے برائی بیان کرنا یعنی غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے مردار بھائی کا گوشت کھانا۔ بھلا کون ایسا ہوگا جو اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت سے بچنے کا حکم دیا ہے اور اس سے نفرت دلائی ہے، ارشاد باری ہے: تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی۔سورۃ الحجرات، سب سے پہلے ارشاد نبویؐ کی روشنی میں سمجھیں کہ غیبت کیا چیز ہے؟ رسول اللہؐ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟ صحابۂ کرام نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے بھائی کی اس بات کا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ کہا گیا اگر وہ چیزیں اس میں موجود ہوں تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ چیز اس کے اندر ہو تو تم نے غیبت کی اور اگر نہ ہو تو وہ بہتان ہوگا۔حضور اکرمؐ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ غیبت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے سامنے کسی کی برائیوں اور کوتاہیوں کا ذکر کیا جائے جسے وہ برا سمجھے اور اگر اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں جو اس کے اندر موجود ہی نہیں ہیں تو وہ بہتان ہے لیکن بدقسمتی سے یہ دونوں ہی برائیاں عام ہیں، اللہ ان دونوں برائیوں سے امت مسلمہ کو محفوظ فرمائے۔ آمین۔

> **اس وقت جتنے گناہ، بدکاریا اور برائیاں معاشرہ میں ناسور بنی ہوئی ہیں ان میں سے اکثر کا سبب ٹی وی، موبائل اور انٹرنیٹ ہے، لہٰذا فحاشی وعریانیت وبے حیائی کے پروگرام دیکھنے سے اپنے آپ کو بھی دور رکھیں، اور اپنی اولاد وگھر والوں کی بھی خاص نگرانی رکھیں تاکہ یہ جدید وسائل ہماری آل اولاد کی دنیا کی تباہی اور آخرت میں ناکامی کا سبب نہ بنیں۔**

جھوٹ: معاشرہ کی ایک مہلک اور عام بیماری جھوٹ بولنا ہے، جو بڑا گناہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے، ان کے لئے جہنم تیار کی ہے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سچی بات کہا کرو۔جھوٹ بولنے والوں کے متعلق آپ کی سخت وعید ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا: سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، اور آدمی یکساں طور پر سچ کہتا ہے اور سچائی کی کوشش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کی نظر میں اس کا نام سچوں میں لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچے رہو اس لئے کہ جھوٹ گناہ اور فجور ہے اور فجور دوزخ کی راہ بتاتا ہے، اور آدمی مسلسل جھوٹ بولتا ہے اور اسی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

رشوت: اپنے جائز یا ناجائز مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اہل منصب کو روپے یا کوئی دوسری چیز پیش کرنا رشوت ہے۔موجودہ دور میں اس لین دین کو ہدیہ یا نذرانہ کا خوبصورت نام دیا جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ رشوت ہے۔رشوت کی مذمت اور اس کے لینے اور دینے والوں پر اللہ کے رسولؐ نے بڑی سخت وعیدیں کی ہیں، چنانچہ فرمان رسول ہے: رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔(ابن ماجہ) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: رشوت لینے اور دینے والا دونوں ہی دوزخ میں جائیں گے۔ (طبرانی) اسلام کی نظر میں جس طرح رشوت لینے اور دینے والا ملعون اور دوزخی ہے اسی طرح اس معاملہ کی دلالی کرنے والا بھی حدیث رسولؐ کی روشنی میں ملعون ہے۔صحابی رسول حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے رشوت لینے اور دینے والے اور رشوت کی دلالی کرنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔(مسند احمد وطبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ قاضی کا کسی سے رشوت لے کر اس کے حق میں فیصلہ کرنا کفر کے برابر ہے، اور عام لوگوں کا ایک دوسرے سے رشوت لینا حرام ناپاک کمائی ہے۔طبرانی، رشوت دینے کی گنجائش کب ہوسکتی ہے؟ ایک شخص کا حق ہے کہ جو اسے ملنا چاہیے، رشوت دیے بغیر نہیں ملے گا، یا اتنی دیر سے ملے گا جس میں اسے غیر معمولی مشقت برداشت کرنی پڑے گی۔اسی طرح اس کے اوپر کسی فرد کی طرف سے ظالمانہ مطالبات عائد ہوگئے ہیں اور رشوت دیے بغیر ان سے خلاصی مشکل ہے تو امید ہے کہ رشوت دینے والا شخص گناہ گار نہ ہوگا، البتہ دیانت شرط ہے جس کی ذمہ داری خود اس پر ہوگی۔

سود: سود کی حرمت قرآن وحدیث سے واضح طور پر ثابت ہے، جس کے حرام ہونے پر پوری امت مسلمہ متفق ہے۔سب سے پہلے سمجھیں کہ سود کیا ہے؟ وزن کی جانے والی یا کسی پیمانے سے ناپے جانے والی ایک جنس کی چیزیں اور روپئے وغیرہ میں دو آدمیوں کا اس طرح معاملہ کرنا کہ ایک کو عوض کچھ زائد دینا پڑتا ہو "ربا" اور "سود" کہلاتا ہے۔جس وقت قرآن کریم نے سود کو حرام قرار دیا اس وقت عربوں میں سود کا لین دین عام، متعارف اور مشہور تھا، اور اُس وقت سود اُسے کہا جاتا تھا کہ کسی شخص کو زیادہ رقم کے مطالبہ کے ساتھ قرض دیا جائے خواہ لینے والا اپنے ذاتی اخراجات کے لئے قرض لے رہا ہو یا پھر تجارت کی غرض سے، نیز وہ صرف ایک مرتبہ کا سود ہو یا سود پر سود۔مثلاً زید نے بکر کو ایک ماہ کے لئے ۱۰۰ روپئے بطور قرض اس شرط پر دئے کہ وہ ۱۲۵ روپئے واپس کرے، تو یہ سود ہے۔ بینک میں جمع شدہ رقم پر پہلے سے متعین شرح پر بینک جو اضافی رقم دیتا ہے وہ بھی سود ہے۔ آج کل سود پر رقم دینا عام ہوگیا ہے اور اس کی حرمت سے عوام بلکہ مسلمان بھی چشم پوشی کررہے ہیں، بعض لوگ اس کو منافع کے نام پر وصول کررہے ہیں، بہر حال فی زمانہ سود کا چلن بھی عام ہوگیا ہے اور اب اس کو لعنت یا حرام نہیں سمجھا جارہا ہے بلکہ مختلف بہانوں سے اور مختلف نام دے کر اس کا استعمال ہورہا ہے۔

جہیز کی لعنت اور مہر کی ادائیگی میں تاخیر کرنا:

امت کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو چند چیزیں عنایت

موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں

تحریر: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ہمارا ملک اپنی تاریخ کے بدترین دور سے گذر رہا ہے، دن بدن حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں، گائے کے تحفظ کے نام پر لوگوں کو مارا جا رہا ہے، گائے کے علاوہ دوسرے جانوروں کے گوشت کھانے پر بھی آپ کی جان جا سکتی ہے، جب تک جانچ رپورٹ آئے گی، اس نام پر آپ کا قتل ہو چکا ہوگا۔ داڑھی ٹوپی اور شعائر اسلام کو اپنانے والوں کو راستہ چلتے طنز کے ساتھ بھدی بھدی گالیاں سننی پڑتی ہیں، راستہ گذرتے ہوئے آپ کو چڑھانے کے لیے ”بھارت ماتا کی جے“ کی آواز زور سے لگائی جاتی ہے، خواتین کی عزت وناموس سرعام لوٹی جارہی ہے، کسانوں کی حالت دردناک ہے، تین ماہ کے احتجاج دھرنے، اور کسانوں کی اموات کا بھی کوئی اثر حکومت پر نہیں دکھ رہا ہے. نوٹ بندی اور جی ایس ٹی کے نفاذ نے چھوٹے کاروباریوں پر زندگی تنگ کر دی ہے اور کاروبار مندی کے دور سے گذر رہا ہے، کچے چمڑے لاتے لے جاتے لوگ ڈر رہے ہیں، جس کی وجہ سے ٹینریاں بند ہو رہی ہیں، لاکھوں روپے کے چمڑے بلو کر کے گوداموں میں پڑے ہوئے ہیں، ان کا خریدار کوئی نہیں ہے، ٹکسٹائل ورکروں کی حالت ناگفتہ بہہ ہے۔ دلت ہندوؤں کی حالت انتہائی خستہ ہے اور وہ تحریک کی راہ پر چل پڑے ہیں، کشمیر میں بے اطمینانی ہے، دارجلنگ میں گورکھا لینڈ والے سر اٹھا رہے ہیں اور تیزی سے علاحدگی کی راہ پڑ بڑھ رہے ہیں، مغربی بنگال میں فرقہ پرستوں نے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں، ملک کی سرحدیں غیر محفوظ ہیں، ہمارے جوان مر رہے ہیں، نکسل وادیوں کے زور میں کمی نہیں آرہی ہے، ٹرینوں کا سفر محفوظ نہیں ہے اب تک دو درجن سے زائد لوگ بے قصور مارے جا چکے ہیں، وزیر ریل اس صورت حال کو بدلنے کے لیے نہ کچھ کرتے ہیں اور نہ کچھ کہتے ہیں، فرقہ پرستوں کے حوصلے بلند ہیں اور وہ لو جہاد، گھر واپسی جیسے غیر ضروری اور غیر حقیقی نعروں سے مسلمان کو پریشان، ہراساں اور خوف زدہ کرنے میں لگے ہیں، وزیر اعظم نے بعض موضوعات پر اپنی زبان کھولی ہے، جس کا کوئی بھی اثر فرقہ پرستوں پر نہیں ہوا کیوں کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وزیر اعظیم کا کام ”نندا“ کرنا نہیں، قانون کے نفاذ کو یقینی بنانا ہے، اسی لیے ایک لیڈر نے یہاں تک کہہ دیا کہ ”تم مارتے رہو ہم نندا کرتے رہیں گے“، مذہبی اسفار بھی محفوظ نہیں ہیں، امرناتھ یاتریوں پر حملہ ابھی لوگ بھولے نہیں ہیں، سات مرے، لیکن اگر سلیم نے مستعدی نہیں دکھائی ہوتی تو پینتالیس جانیں اور بھی جاتیں۔

ایک صاحب نے بہت صحیح تبصرہ کیا کہ ایک سلیم نے پینتالیس کو بچا لیا اور پوری ٹرین کے مسافر مل کر ایک جنید کو نہیں بچا سکے، اس واقعہ سے مسلمان کس قدر اپنی ذمہ داریاں نبھاتا ہے اس کا اندازہ ہوتا ہے، سلیم ایک علامت بن گیا ہے، صحیح یہ ہے کہ مسلمان آخری حد تک ذمہ داری نبھاتا ہے، وہ روم جل رہا ہو تو نیرو کی طرح بانسری بجانے میں مگن نہیں ہوتا، وہ آخری وقت تک مورچہ سنبھالے رہتا ہے اور جب موت آتی ہے تو دنیا جانتی ہے کہ وہ آخری وقت اور آخری سانس تک ملک کا وفادار رہتا ہے۔ ان حالات میں ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، ملک سے محبت کا تقاضہ ہے کہ ہم اس ملک کی سالمیت، قانون کے تحفظ اور اس کے نفاذ کے لیے ہر سطح پر کوشاں ہوں، ملک محفوظ اسی وقت رہے گا جب قانون کی بالا دستی ہو، کسی کو بھی قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہ دی جائے، تحفظ گائے کے نام پر جن لوگوں نے خون خرابہ مچا رکھا ہے، ان سے سختی سے نمٹا جائے، یہ کام حکومت کے کرنے کا ہے، عوام تو صرف ان کاموں میں مدد دے سکتی ہے، اور قانون توڑنے والوں کے خلاف ان اداروں کی مدد کر سکتی ہے جن کا کام لا اینڈ آرڈر کا تحفظ ہے۔

ہماری کا مطلب صرف مسلمان نہیں اس ملک کے سارے باشندے ہیں اور اس میں ذات برادری، علاقہ، زبان مسلک ومشرب کی قید نہیں ہے، دوسری طرف ہر مذہب کے لوگ بھی جو اس ملک میں رہتے ہیں، یہاں کے شہری ہیں، ان سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس صورت حال کو بدلنے کے لیے آگے آئیں، خوشی کی بات ہے کہ ایک تنظیم نے اس سلسلے میں پہل کی ہے، اور اس کے احتجاج اور مظاہرے کے بعد ہی وزیر اعظم نے اپنی زبان کھولی۔

ہمارا ماننا ہے کہ اس ملک میں سیکولرزم اور جمہورت کی جڑیں بہت مضبوط ہیں، بی جے پی کے دور حکومت میں اسے کمزور کرنے کی منظّم کوشش ہو رہی ہے، اس کے باوجود یہاں کی اکثریت گنگا جمنی تہذیب کی عادی ہے، ایک بڑا گروپ وہ ہے جسے ہم سائلنٹ گروپ کہہ سکتے ہیں، اس سائلنٹ گروپ کو جمہوری اقدار کی حفاظت کے لیے آگے لانے کی ضرورت ہے، دلتوں، آدی باسیوں اور اقلیتوں کا اتحاد بھی ان حالات کو بدلنے میں معاون ہو سکتا ہے، یہ ملک کے لیے انتہائی ضروری ہے، اقتدار اعلیٰ چونکہ فرقہ پرستوں کے ہاتھ میں ہے اس لیے یہ کام ذرا مشکل ہے، لیکن ہم اسے ناممکن نہیں کہہ سکتے۔

اس ملک میں مسلمان دوسری بڑی اکثریت ہے، ملک سے محبت، وفاداری کا تقاضہ ہے کہ ان حالات کو بدلنے کے لئے وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کریں کیوں کہ مسلمان ہی وہ امت ہے جس کے پاس اعلیٰ اخلاقی اقدار کا بڑا ذخیرہ ہے، اسے خیر کے کاموں میں تعاون کا حکم دیا گیا ہے اور گناہوں کے کاموں سے بچنے کی بات کہی گئی ہے، یہ بھلائی کا حکم دیتی ہے اور بُرائی سے روکنے کا کام کرتی ہے، اسی لیے یہ خیر امت ہے، وقت آگیا ہے کہ حالات کو بدلنے کے لیے ہم اپنی جدوجہد کا آغاز کریں۔

اس کے لیے سب سے پہلا کام انابت الی اللہ ہے، اللہ کی طرف رجوع کرنا، اس کے سامنے گڑگڑا کر حالات بدلنے کے لیے دعا کرنا، اس لیے کہ اصل قوت وطاقت کا مرکز ومحور اللہ رب العزت کی ذات ہے وہ چاہے تو پل میں سب کچھ ٹھیک کر دے؛ کیوں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، لیکن ہماری بد اعمالی اور بے عملی نصرت خداوندی کے دروازے پر رکاوٹ بن گئی ہے، ہم اپنے اعمال کی اصلاح کریں، اللہ کا خوف ہمارے دل میں ہو اور ہماری تمام حرکات وسکنات احکام الٰہی اور ہدایت نبوی کے تابع ہو تو اللہ کی مدد آئے گی اور حالات کا رخ بدلے گا، لیکن اس کے لیے اپنا محاسبہ اور اپنے اعمال کا قبلہ درست کرنا ہوگا۔

دوسرا کام کرنے کا یہ ہے کہ غیر ضروری جوش سے گریز کیا جائے، فیصلے جوش کے بجائے ہوش اور اقدام جذباتیت کے بجائے عقلیت سے کیا جائے، غیر ضروری جوش سے ملت کو نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ملا ہے، اس لیے ہر حال میں تحمل وبرداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور آخری حد تک کوشش کرنی چاہیے کہ ناگوار واقعات سامنے نہ آئیں، ٹالرنس کا ماحول بنانے سے یہ کام آسان ہوگا۔

تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ ٹالنے کی ساری کوشش ناکام ہو جائے تو اقدام کے طور پر نہیں اپنی دفاع اور جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے، یہ ہمارا دستوری اور قانونی حق ہے، اس سلسلے میں ”وھن“، یعنی دنیا کی محبت اور موت کے خوف سے اوپر اٹھ کر کام کرنے کی ضرورت ہے، یہ جدوجہد اتنی مضبوط ہو کہ فرقہ پرستوں اور دہشت گردوں کو منہ کی کھانی پڑے، وہ جان لیں کہ ہم گاجر، مولی نہیں ہیں، ایک موقع سے حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا تھا کہ فسادات اسی شکل میں رک سکتے ہیں، جب مارنے والے کو یقین ہو کہ ہمیں بھی مارا جا سکتا ہے۔ (لہو پکارے گا آستین کا)

ٹیپو سلطان شہید نے کہا تھا ”شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے“، صبر اور برداشت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنی زندگی کی بقا کے لیے کوشش نہ کی جائے اور خوف ایسا مسلط ہو کہ ہم ہاتھ پاؤں تو کیا زبان بھی نہ ہلا سکیں، ملک کے سابق صدر اے پی جے عبد الکلام نے ایک بار کہا تھا کہ ”طاقت وقوت کے ساتھ برداشت کام کی حکمت عملی اور بے سروسامانی اور کمزوری کے ساتھ برداشت کا مطلب مجبوری ہے۔“

چوتھا کام یہ کرنا چاہیے کہ اسلام کی صحیح اور سچی تعلیمات لوگوں تک پہنچائی جائیں، غلط فہمیاں جو پھیلاء جا رہی ہیں اس کو دور کرنے کے لیے عملی اقدام کیے جائیں، واقعہ یہ ہے کہ اس معاملہ میں ہم مجرمانہ غفلت کے شکار ہیں، دعوت دین کے کام کو اس پیمانے پر ہم نے کیا ہی نہیں، جس قدر اس کی ضرورت تھی، دعوت کا یہ کام ہمیں زبان وقلم سے بھی کرنا چاہیے اور عمل سے بھی، اسلام کی خوبیاں کتابوں سے کم اور عمل سے زیادہ سمجھ میں آتی ہیں، تھیوری جاننا ضروری ہے، لیکن جب تک وہ پریکٹیکل کے مرحلہ سے نہیں گذرے گا اس کی افادیت سامنے نہیں آسکتی۔

اس لیے ہم اپنے عمل سے اسلام کی حقانیت وصداقت واضح کریں، ہمیں شکوہ ہے کہ عوامی نمائندہ اداروں میں ہم تعداد میں بہت کم ہیں، اس لیے ہماری آواز نہیں سنی جاتی، لیکن جہاں ہماری آواز کا سنا جانا یقینی ہے، اور جہاں جانے سے ہمیں کوئی روک نہیں سکتا، وہاں ہماری نمائندگی کتنے فی صد ہے، ذہن نہیں منتقل ہوا ہو تو میں بتا تا چلوں کہ مساجد کی پنج وقتہ نمازوں میں ہماری تعداد کتنی ہے، یہ وہ در ہے جہاں سب بات سنی جاتی ہے، اور سب کی سنی جاتی ہے، لیکن اللہ کے دربار میں جانے اور اس سے اپنی مرادیں مانگنے، اپنی تکالیف کو دور کرنے کے لیے درخواست کرنے سے ہم کس قدر گریزاں ہیں، یہی وہ در ہے جہاں آبرو نہیں جاتی اور جہاں مانگنا ذلت نہیں، عبادت ہے، کاش مسلمان اس بات کو سمجھ لیتے۔

ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ فرقہ پرست طاقتوں کے مقابلے ہم شیشہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں، ذات پات، مسلک ومشرب اور دوسرے فروعی مسائل میں الجھ کر ہم منتشر ہو گیے ہیں، اس انتشار نے ہمیں انتہائی کمزور کر دیا ہے، اس خول سے باہر آکر کلمہ کی بنیاد پر اتحاد کو فروغ دینا چاہیے، اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے، کفرو الحاد کے تیر چلانے سے گریز کرنا چاہیے، بعض فرقے واضح طور پر اسلام سے الگ ہیں، جیسے قادیانی، اس سے ہمارا اختلاف اساسی اور ختم نبوت کے اسلامی عقیدہ پر مبنی ہے، لیکن جن فرقوں سے اختلافات فروعی ہیں، ان سے چھیڑ چھاڑ اور ان کے خلاف آواز بلند کرنا جس سے فرقہ بندی کو فروغ ہو، اسلام کے شایان شان نہیں، اللہ رب العزت نے جس اسلام کو اپنا دین قرار دیا ہے، وہ صرف اور صرف اسلام ہے، اسکے آگے پیچھے کوئی مضاف، مضاف الیہ نہیں ہے۔□□

ہمیں شکوہ ہے کہ عوامی نمائندہ اداروں میں ہم تعداد میں بہت کم ہیں، اس لیے ہماری آواز نہیں سنی جاتی، لیکن جہاں ہماری آواز کا سنا جانا یقینی ہے، اور جہاں جانے سے ہمیں کوئی روک نہیں سکتا، وہاں ہماری نمائندگی کتنے فیصد ہے، یہ وہ در ہے جہاں سب بات سنی جاتی ہے، اور سب کی سنی جاتی ہے، لیکن اللہ کے دربار میں جانے اور اس سے اپنی مرادیں مانگنے، اپنی تکالیف کو دور کرنے کے لیے درخواست کرنے سے ہم کس قدر گریزاں ہیں۔

قرآن پڑھ کے دیکھ

قرآں کی آیتوں کو نہ اتنا اکڑ کے دیکھ — قرآں میں کیا لکھا ہے یہ قرآن پڑھ کے دیکھ
انسانیت کا امن و اُخوت کا درس ہے — قرآں کے ہر ورق میں محبّت کا درس ہے
قرآں نے اونچ نیچ کے جھگڑے مٹائے ہیں — قرآں نے آدمی نہیں انساں بنائے ہیں
قرآں کا حرف حرف شگفتہ گلاب ہے — انسان کی نہیں یہ خدا کی کتاب ہے
جو بھی پڑھے گا اِس کو وہ غم بھول جائے گا — قرآن پڑھ لے تُو بھی ستم بھول جائے گا
قرآن میں تو ظلم مٹانے کا درس ہے — مظلوم کو گلے سے لگانے کا درس ہے
قرآن کی نگاہ میں کمتر کوئی نہیں — کوئی کسی سے کم نہیں بڑھ کر کوئی نہیں
قرآن نے تو شمع وفا کی جلائی ہے — قرآن نے تو ملک پرستی سکھائی ہے
سب مشورے کلامِ الٰہی کے نیک ہیں — قرآن کہہ رہا ہے سب انسان ایک ہیں
دشوار اِس کتاب کی پہچان بھی نہیں — لیکن سبھی کے واسطے آسان بھی نہیں
سمجھے گا وہ جو اِس کو پڑھے گا پڑھائے گا
قرآن جاہلوں کی سمجھ میں نہ آئے گا

عالمی خبریں

پاکستانی سرحد کے قریب ایس-۴۰۰ میزائل سسٹم کی تنصیب شروع

چین اور پاکستان کی جانب سے خطرات کے پیش نظر ہندستان نے پاکستانی سرحد کے قریب پنجاب سیکٹر میں فضائی دفاعی سسٹم ایس-۴۰۰ کی تنصیب شروع کر دی ہے۔ منگل کو نیوز ایجنسی اے این آئی سمیت متعدد انڈین ذرائع نے بتایا ہے کہ پہلا سکوارڈن پنجاب سیکٹر میں نصب کیا جا رہا ہے۔ سسٹم کی بیٹریاں اس قابل ہیں کہ پاکستان اور چین کی جانب سے فضائی خطرات سے بچا سکیں۔ میزائل سسٹم کا ساز و سامان ہوائی اور سمندری راستے آرہا ہے اور جلد ہی مقررہ مقامات پر نصب کر دیا جائے گا۔ روسی ساختہ دفاعی سسٹم میں شامل ایس-۴۰۰ کی پہلی کھیپ کی آمد کا کام سال کے آخر تک مکمل ہو جائے گا، جس کے اگلے چند ہفتوں میں اس کو آپریشنل بھی کر دیا جائے گا۔ اس کی تنصیب کے بعد انڈین ایئر فورس مشرقی سرحد پر توجہ مرکوز کرے گی اور ملک میں ہی اہلکاروں کی تربیت کے لیے وسائل فراہم کرے گی۔ اس روسی سسٹم کے حوالے سے پہلے ہی انڈین ایئر فورس کے متعدد افسران روس میں تربیت حاصل کر چکے ہیں۔ زمین سے فضا میں مار کرنے والے سسٹم سے انڈیا کو جنوبی ایشیا میں فضائی برتری حاصل ہو جائے گی اور وہ ۴۰۰ کلومیٹر کے فاصلے سے دشمن کے طیاروں اور بحری جہازوں کو نشانہ بنانے کے قابل ہو جائے گا۔

سو امریکی فوجی ’انتہا پسندانہ سرگرمیوں‘ میں ملوث

امریکی محکمہ دفاع پنٹاگون نے کہا ہے کہ ایک سال کے دوران تقریباً سو امریکی فوجیوں کی جانب سے ’ممنوعہ انتہا پسندانہ سرگرمی‘ میں حصہ لیا گیا ہے، جس پر پیر کو اہلکاروں کے لیے نئی ہدایات جاری کی گئی ہیں۔ پنٹاگون کے چیف لائڈ آسٹن نے فروری ۲۰۲۱ء میں محکمہ دفاع کی پالسیوں پر نظر ثانی کرنے کا حکم دیا تھا جس کا مقصد فوج میں انتہا پسندی کو روکنا تھا۔ فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق یہ جائزہ اس انکشاف کے بعد سامنے آیا جس میں بتایا گیا تھا کہ درجنوں سابق فوجیوں نے چھ جنوری کو سابق صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے حامیوں کی جانب سے اجلاس گاہ پر ہونے والے حملے میں شرکت کی تھی۔ آسٹن نے انتہا پسندی روکنے کے حوالے سے رپورٹ جاری کرنے کے موقع پر کہا کہ محکمہ دفاع میں کام کرنے والے مردوں اور خواتین کی بھاری اکثریت تعظیم اور دیانت کے ساتھ ملک کی خدمت کر رہی ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ وہ اپنے حلف کی پاسداری کرتے ہیں جو انہوں نے امریکہ کے دفاع کے لیے اٹھایا۔ ہمارا ماننا ہے کہ صرف چند افراد نے ہی انتہا پسندانہ سرگرمیوں کا حصہ بن کے اس کی خلاف ورزی کی ہے۔ پنٹاگون کے ترجمان جان کربی کا کہنا ہے کہ جائزے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ تقریباً سو حاضر سروس یا ریزرو فوجی اہلکاروں نے پچھلے سال کے دوران ممنوعہ انتہا پسندانہ سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ انہوں نے یہ واضح کرنے سے گریز کیا کہ وہ کس قسم کی سرگرمیوں میں ملوث رہے تاہم حکومت کا تختہ الٹنے کی حمایت یا مقامی دہشت گردی کو ممنوعہ سرگرمیوں کی مثال کے طور پر پیش کیا۔ نئ ہدایات میں کسی ورکنگ گروپ کو انتہا پسند گروپ کے طور پر شامل نہیں کیا گیا۔ اس کی سفارشات میں اہلکاروں کی تربیت اور تعلیم کو بڑھانے کا کہا گیا ہے تا کہ ان کو پتہ لگے کہ کس وجہ سے ممنوعہ سرگرمیوں سے روکا گیا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعلیمات اور انسانیت نوازی

تحریر: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

اسلام دین فطرت ہے جو ہمیشہ اعتدال و میانہ روی کو پسند کرتا ہے، امن وآشتی کا درس دیتا ہے اور محبت ورواداری کے ذریعے سماجی زندگی کو پروان چڑھانے کی تاکید کرتا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کی جملہ تعلیمات وہدایات کا خلاصہ اور نچوڑ اگر دو لفظوں میں پیش کیا جائے تو بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت ہی سارے دین کا لب لباب اور ماحصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے بعد آپ کے صحابہ اور تابعین نے اسی کی تعلیم دی، محدثین کرام اور فقہائے عظام نے اسی کی تلقین کی اور اسی کے ذریعہ اکابر واسلاف نے دنیائے انسانیت کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لا کھڑا کیا۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جہاں ایک طرف دین کی حفاظت وصیانت میں علماء امت نے علم وتحقیق اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ مختلف کارہائے نمایاں انجام دیے، وہیں دوسری طرف اسلام کی نشر واشاعت میں اخلاق وکردار، اعلی ظرفی اور انسانیت نوازی کے ذریعہ صوفیائے کرام و اولیائے عظام نے کلیدی رول ادا کیا۔ بلاشبہ ان بزرگان دینؒ نے کتاب وسنت کی روشنی میں رحمۃ للعالمینؐ کے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرامؓ کے طرز عمل کو اپنے لیے نمونہ بنایا اور اپنے عمدہ اخلاق و پاکیزہ کردار کی قوت سے ہزاروں گم کردہ راہ انسانوں کو حلقہ بہ گوش اسلام کیا۔ انہی قابل قدر، بلند رتبہ ہستیوں میں پانچویں صدی کے مسیحاصفت بزرگ، شیخ المشائخ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ بھی سرفہرست ہیں۔ آپ کا دور مسلمانوں کے سیاسی نشیب وفراز، مذہبی کشمکش، مادیت پرستی اور اخلاقی بے راہ روی کے عروج کا دور تھا۔ ان حالات میں آپ نے علم کی ترویج اور امت کی روحانی تربیت کے ساتھ ایک خاموش انقلاب برپا کیا۔ آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہوئے دنیا کی بے ثباتی کو عیاں اور فکر آخرت کو اجاگر کیا۔ تجدید واحیائے دین کے لئے آپ کی انہی کوششوں کی وجہ سے ہی آپ کو محی الدین کے لقب سے یاد کیا گیا۔

آپ کے مواعظ ودروس نہ صرف مسلمانوں کے لیے موجب تسکین اور باعث اطمینان ویقین تھے؛ بلکہ غیر مسلم بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے، چنانچہ بغداد کی آبادی کا ایک بڑا حصہ آپؒ کی تعلیمات سے متاثر ہوا۔ ہزاروں لوگ آپؒ کے دست مبارک پر سچی توبہ کرکے ہدایت یافتہ بنے اور کثیر تعداد میں مشرک، ملحد اور کافر توحید الٰہی سے آشنا اور دولت اسلام سے فیض یاب ہوئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ آپ ہفتے میں تین دن (جمعہ کی صبح، منگل کی شام اور اتوار کی صبح) خطاب فرماتے، ابتدائی زمانے میں صرف دو یا تین آدمی سننے والے ہوتے؛ مگر آپ نے استقامت کے ساتھ وعظ وتذکیر کے سلسلہ کو جاری رکھا۔ پھر لوگوں کا ہجوم اس قدر بڑھا کہ جگہ تنگ ہوگئی۔ بعدازاں عیدگاہ میں خطاب شروع کیا گیا وہ بھی ناکافی ہوئی تو شہر سے باہر کھلے میدان میں اجتماع ہونے لگا اور ایک ایک مجلس میں ستر ہزار کے قریب سامعین جمع ہونے لگے۔ چار سو افراد قلم ودوات لے کر آپ کے ملفوظات جمع کیا کرتے تھے۔ (ملخص از اخبار الاخیار)

حضرت شیخ معمر جرادہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے بڑھ کر عمدہ اخلاق والا، وسیع سینے والا، کریم النفس، مہربان دل، حافظ عہد ومحبت نہیں دیکھا۔ آپ باوجود عالی مرتبہ، وسیع علم کے چھوٹوں کی تعظیم کرتے تھے، سلام میں پہل کرتے، ضعیفوں کے ساتھ بیٹھتے، فقراء سے تواضع کے ساتھ پیش آتے، کسی بڑے دنیادار آدمی کے لئے کھڑے نہ ہوتے اور کسی وزیر وسلطان کے دروازہ پر کبھی نہ جاتے۔

شیخ عبداللہ جبائی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک کھانا کھلانا اور حسنِ اخلاق افضل واکمل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ہاتھ میں پیسہ نہیں ٹھہرتا، اگر صبح کو میرے پاس ہزار دینار آئیں تو شام تک ان میں سے ایک دینار بھی نہ بچے، غریبوں، محتاجوں میں تقسیم کردوں اور لوگوں کو کھانا کھلاؤں۔ (قلائد الجواھر)

حضرت شیخ اپنے مواعظ میں ایک مقام پر بندگان خدا کے ساتھ خیر خواہی کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: صاحبو! میرا کہنا مانو میں تمہارا خیر خواہ ہوں، میں جس حالت میں ہوں یکسو ہوں، مجھ کو متہم مت کرو کیونکہ میں تمہارے لئے وہی چاہتا ہوں جو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے۔ (متفق علیہ)

یہ ارشاد ہے ہمارے سردار کا، ہمارے افسر کا، ہمارے حاکم کا، ہمارے سپہ سالار کا، ہمارے سفیر کا، ہمارے شفیع کا، اور اس پیارے رسول کا جو زمانۂ آدم سے لے کر قیامت تک کے سارے پیغمبروں اور نبیوں کا سردار ہے، کہ نفی فرمادی کمال ایمان کی اس شخص سے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس جیسی چیز کو محبوب نہ سمجھے جس کو اپنے لئے محبوب سمجھ رہا ہے، پس جب تو نے اپنے نفس کے لیے تو مزیدار کھانے اور نفیس کپڑے، اچھے مکان، حسین صورتیں اور ہر قسم کے بکثرت اموال کو محبوب سمجھا اور اپنے بھائی مسلمان کے لیے ان کے برخلاف پسند کیا تو اپنے کمال ایمان کے دعوے میں تو جھوٹا ہے۔

اے کم عقل! تیرا پڑوسی فقیر ہے اور تیرے متعلقین حاجت مند ہیں، اور تیرے پاس اتنا مال موجود ہے جس پر زکوۃ واجب ہے اور تجھ کو تجارت میں ہر روز نفع حاصل ہوتا ہے جو دن بدن روبہ ترقی ہے، اور تیرے پاس تیری ضرورت سے زائد موجود ہے، اس پر بھی ان کو نہ دینا درحقیقت ان کے فقر پر جس میں وہ مبتلا ہیں، رضامند ہونا ہے (اور یہی دعویٔ کمال ایمان کے کذب کی شناخت ہے) لیکن جب تیرا نفس، تیری خواہش اور تیرا شیطان تیرے پیچھے لگا ہوا ہے تو بے شک خیرات کرنا تیرے لیے آسان نہیں ہے۔ (مواعظ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ:۱۱۰)

ایک اور مقام پر اللہ والوں کی علامت ونشانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ والوں کا شغل سخاوت اور مخلوق خدا کی راحت کا سامان کرنا ہے، وہ لوٹنے والے ہیں اور خوب لٹانے والے ہیں کہ حق تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کو لوٹتے ہیں اور فقراء ومساکین پر جو تنگی میں مبتلا ہیں لٹا دیتے ہیں، ان قرض داروں کی طرف سے جو اپنے قرض کے ادا کرنے سے عاجز ہیں ان کے قرض ادا کرتے ہیں، درحقیقت بادشاہ تو یہ ہیں نہ کہ شاہانِ دنیا، کیونکہ یہ صرف لوٹتے ہیں اور لٹاتے نہیں۔ اللہ والے جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اس میں اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اور جو موجود نہیں رہتا اس کے منتظر رہتے ہیں کہ کب آئے اور کب خیرات کریں۔ اور اللہ والے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے لیتے ہیں نہ کہ مخلوق کے ہاتھوں سے۔ (ایضاً:۲۰۲)

دوران وعظ بنی اسرائیل کی ایک حکایت ذکر کرکے یوں درس موعظت دیتے ہیں: حکایت ہے کہ بنی اسرائیل ایک مرتبہ تنگ حالی میں مبتلا ہوئے تو سب کھڑے ہوکر اپنے نبی کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کوئی کام بتائیے جس سے حق تعالیٰ شانہ راضی ہو، ہم اس کو انجام دیں اور وہ ہماری اس مصیبت کے رفع ہوجانے کا سبب بن جائے۔ پس نبی نے حق تعالیٰ شان سے اس کام کی بابت سوال کیا تو حق تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ: ان سے کہہ دو کہ اگر تم میری خوشنودی چاہتے ہو تو مساکین کو راضی کرلو، پس اگر تم نے ان کو راضی کرلیا تو میں راضی ہوجاؤں گا، اور ان کو ناراض رکھا تو میں ناراض رہوں گا۔ سنو اے عقل والو! تم ہمیشہ مساکین کو ناراض رکھتے ہو اور پھر حق تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہو، اس کی خوشنودی تمہارے ہاتھ بھی نہیں آئے گی تم ہر پہلو سے اس کی ناراضی میں ہو، میرے کلام کی روشنی پر ثابت قدم رہو کہ ضرور فلاح پاؤگے، ثابت قدمی ہی روئیدگی ہے کہ درخت ثابت قدم رہ کر ہی پھل پھول پاتا ہے۔ (ایضاً:۲۲۶)

خلاصۂ کلام:

موجودہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور اپنے احوال کا جائزہ لیں کہ ہم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام لیوا ہوتے ہوئے ان کی تعلیمات پر کس درجہ عمل پیرا ہیں؟ ہمسایوں کے حقوق، یتیموں کے ساتھ حسن سلوک، بیواؤں کی خبرگیری، غیر مسلموں کے درمیان دعوتی سرگرمی وغیرہ پر مشتمل تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کا خیال تو درکنار ہم صبح وشام اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے ساتھ باہم دست وگریباں ہیں، معمولی مسائل کو لے کر اختلافات کی خلیج کو وسیع کرنے کے درپے ہیں، بلند کردار اور اچھے اخلاق تو جیسے عنقا ہوچکے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دل میں شوق اچھے کہلانے کا نہیں، اچھے بننے کا پیدا کریں۔ نیک نامی کا نہیں، نیکی انجام دینے کا پیدا کریں۔ بدنامی سے نہیں، بدی سے ڈرنے کی کوشش کریں۔ اپنے دل میں اللہ کو جگہ دیں، اللہ خلقت کے دلوں میں ہماری جگہ پیدا کردے گا۔ جب تک یہ نہیں ہے، اس وقت تک ہم کس منہ سے اپنے آپ کو اس اللہ والے سے منسوب کر سکتے ہیں جس کی زندگی ایثار وخدمت خلق کی عملی تفسیر تھی، اور جو بڑا ہوکر بھی دنیا کے سامنے اپنے آپ کو سب سے چھوٹا بنا کر پیش کرتا تھا۔ ◻◻

موجودہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور اپنے احوال کا جائزہ لیں کہ ہم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام لیوا ہوتے ہوئے ان کی تعلیمات پر کس درجہ عمل پیرا ہیں؟ ہمسایوں کے حقوق، یتیموں کے ساتھ حسن سلوک، بیواؤں کی خبرگیری، غیر مسلموں کے درمیان دعوتی سرگرمی وغیرہ پر مشتمل تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کا خیال تو درکنار ہم صبح و شام اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے ساتھ باہم دست و گریباں ہیں، معمولی مسائل کو لے کر اختلافات کی خلیج کو وسیع کرنے کے درپے ہیں، بلند کردار اور اچھے اخلاق تو جیسے عنقا ہوچکے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دل میں شوق اچھے کہلانے کا نہیں، اچھے بننے کا پیدا کریں۔ نیک نامی کا نہیں، نیکی انجام دینے کا پیدا کریں۔ بد نامی سے نہیں، بدی سے ڈرنے کی کوشش کریں۔ اپنے دل میں اللہ کو جگہ دیں، اللہ خلقت کے دلوں میں ہماری جگہ پیدا کر دے گا۔

گوشۂ خواتین

بچوں کی تربیت کی ذمہ داری والدین کے اوپر ہے (۲)

امام غزالیؒ نے 'احیاء العلوم' میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن پاک، احادیث نبویہ اور نیک لوگوں کے واقعات سنائیں ور دینی احکام کی تعلیم دی جائے، عام طور پر بچے سات سال کی عمر میں سمجھدار ہوجاتے ہیں، اس وقت ان کی خداپرستی کے راستے پر ڈالنا چاہیے اور ان کو نماز پڑھنے کی ترغیب دینی چاہیے، دس سال کی عمر میں ان کا شعور کافی پختہ ہوجاتا ہے اور بلوغ کا زمانہ قریب آجاتا ہے، اس لیے نماز کے بارے میں ان پر سختی کرنی چاہیے، نیز اس عمر تک پہنچ جانے کے بعد انھیں الگ الگ بستروں پر لٹانا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''بچے جب سات سال کے ہوجائیں تو نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں بچوں پر نماز کے لیے سختی کرو اور لیٹتے وقت الگ الگ بستروں پر لٹاؤ۔''

والدین کو چاہیے کہ بچے کے اندر قرآن پاک پڑھنے کا شغف پیدا کریں تاکہ بچہ بڑا ہونے کے بعد قرآن پاک کو اپنی زندگی کا دستور بنائے اور اس کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کرے، ایسے والدین بڑے مبارک ہیں اور اللہ کے حضور میں ان کی بڑی پذیرائی ہوگی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے قرآن پاک پڑھا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے فائق ہوگی، پھر تو تمہارا کیا خیال اس شخص کے بارے میں جس نے اس پر خود عمل کیا ہے۔ لہٰذا والدین کی اوّلین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اعلیٰ اسلامی تربیت دینے کی کوشش کریں تاکہ ان کے اخلاق وسلوک میں انحراف پیدا نہ ہو۔ دشمنانِ اسلام ان نونہالوں کے اخلاق وعقائد کے بگاڑنے اور انھیں اسلامی شریعت سے دور کرنے کی نت نئی قسم کی سازشیں کررہے ہیں۔ ریڈیو، ٹی وی اور فحش لٹریچر کے ذریعہ ان کے اخلاق وکردار کو برباد کرنے کی انتھک کوشش کررہے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ بچوں کو دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرکے انھیں ضائع ہونے سے بچائیں۔

بچوں کا گوشہ

ایک بچہ اور جگنو کی باتیں

اسماعیل میرٹھی

سناؤں تمھیں بات اک رات کی
کہ وہ رات اندھیری تھی برسات کی
چمکنے سے جگنو کے تھا اک سماں
ہوا پر اڑیں جیسے چنگاریاں
پڑی ایک بچہ کی ان پہ نظر
پکڑ ہی لیا ایک کو دوڑ کر
چمکدار کیڑا جو بھایا اسے
تو ٹوپی میں جھٹ پٹ چھپایا اسے
وہ جھم جھم چمکتا ادھر سے ادھر
پھرا کوئی رستہ نہ پایا مگر
تو غمگین قیدی نے کی التجا

جگنو

اے چھوٹے شکاری مجھے کر رہا
خدا کے لئے تو مجھے چھوڑ دے
میری قید کے جال کو توڑ دے

بچہ

کروں گا نہ آزاد اس وقت تک
کہ میں دیکھ لوں دن میں تیری چمک

جگنو

چمک میری دن میں نہ دیکھو گے تم
اجالے میں ہوجائے گی وہ تو گم

بچہ

ارے چھوٹے کیڑے نہ دے دم مجھے
کہ ہے واقفیت ابھی کم تجھے
اجالے میں دن کے کھلے گا کمال
کہ اتنے سے کیڑے میں کیا ہے کمال
دھواں ہے نہ شعلہ نہ گرمی نہ آنچ
چمکنے کی تیرے کروں گا میں جانچ

جگنو

یہ قدرت کی کاریگری ہے جناب
کہ ذرہ کو چمکائے جوں آفتاب
مجھے دی ہے اس واسطے یہ چمک
کہ تم دیکھ کر مجھ کو جاؤ ٹھٹک
نہ الھڑپنے سے کرو پائمال
سنبھل کر چلو آدمی کی سی چال

صفحہ تحفظ ختم نبوت

قادیانی مسائل: سوال وجواب کی روشنی میں ۲

مرزا قادیانی کا ایک اور نعت خواں قادیان میں جنم لینے والے 'بروزی محمد رسول اللہ' (مرزا قادیانی) کو ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے:

صدی چودھویں کا ہوا سر مبارک
کہ جس پر وہ بدرالدجیٰ بن کے آیا
محمد پئے چارہ سازئ امت
ہے اب احمدِ مجتبیٰ بن کے آیا
حقیقت کھلی بعثِ ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

(الفضل قادیان، ۲۸ مئی ۱۹۲۸ء)

یہ ہے قادیانیوں کا 'محمد رسول اللہ' جس کا وہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ چونکہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین اور آخری نبی مانتے ہیں اس لیے کسی مسلمان کی غیرت ایک لمحہ کے لیے بھی یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے کسی بڑے سے بڑے شخص کو بھی منصب نبوت پر قدم رکھنے کی اجازت دی جائے، کجا کہ ایک غلام اسود کو نعوذ باللہ 'محمد رسول اللہ' بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اعلیٰ وافضل بنا ڈالا جائے، بنابریں قادیان کی شریعت مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ دیتی ہے۔ مرزا بشیر قادیانی ایم اے لکھتے ہیں:

''اب معاملہ صاف ہے۔ اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود (غلام احمد قادیانی) کا انکار بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ وہی ہے۔ اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں بقول مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے، آپ کا انکار کفر نہ ہو۔'' (کلمۃ الفصل، ص ۱۴۷)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہو مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔'' (ص ۱۱۰)

ان کے بڑے بھائی مرزا محمود احمد قادیانی لکھتے ہیں: ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینہ صداقت، ص ۳۵)

ظاہر ہے اگر قادیانی بھی اسی محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں جن کا کلمہ مسلمان پڑھتے ہیں تو قادیانی شریعت میں مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ نازل نہ ہوتا، اس لیے مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ کے الفاظ گو ایک ہی ہیں مگر ان کے مفہوم میں زمین وآسمان اور کفر وایمان کا فرق ہے۔

لاہوری گروپ کیا چیز ہے؟

سوال: لاہوری گروپ کیا چیز ہے؟ اس کے پیروکار کون لوگ ہیں؟ ان کا طریقۂ عبادت کیا ہے؟ یہ اپنے آپ کو کون سی امت کہلاتے ہیں؟

جواب: حکیم نورالدین کے مرنے کے بعد مرزائی جماعت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ جماعت کے بڑے حصہ نے مرزا محمود کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ یہ قادیانی مرزائی کہلاتے ہیں اور قادیانیوں کے ایک مختصر ٹولے نے مرزا محمود کی بیعت سے کنارہ کشی اختیار کی، ان کا مرکز لاہور تھا اور اس جماعت کا قائد مسٹر محمد علی لاہوری تھا۔ یہ جماعت لاہوری مرزائی کہلاتی ہے۔ ان دونوں جماعتوں میں اس پر اتفاق ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود تھا۔ مہدی تھا، ظلی نبی تھا، اس کی وحی واجب الایمان اور اس کی پیروی موجب نجات ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مرزا کو حقیقی نبی کہا جائے یا نہیں؟ لاہوری جماعت مرزا کو نبی کہنے سے گھبراتی ہے۔ اسے مسیح موعود، مہدی معہود اور چودھویں صدی کے مجدد کے ناموں سے یاد کرتی ہے۔ اہل اسلام کے نزدیک ان دونوں جماعتوں کا، بلکہ مرزا کو ماننے والی تمام جماعتوں کا ایک ہی حکم ہے کیونکہ مرزا مرتد تھا، مرتد کو مسیح ماننے والے بھی مرتد ہی ہوں گے۔

احمدی یا قادیانی

سوال: آپ صرف یہ بتائیں کہ احمدی کا

تحریر: مولانا ابوعمار محمد عبدالحلیم اطہر سہروردی

قادیانی سے کیا تعلق ہے۔ کیا احمدی ہی قادیانی کا دوسرا نام ہے اور اگر احمدی کا قادیانی سے کوئی تعلق نہیں تو احمدی کے متعلق مفصل بتائیں کہ وہ کیا ہے اور اس کا اسلام سے کیا تعلق ہے؟

جواب: مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کو قادیانی یا مرزائی کہا جاتا ہے، لیکن یہ لوگ اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں اور ان کے احمدی کہلانے میں بھی بہت بڑا دجل ہے کیونکہ احمدی نسبت ہے 'احمد' کی طرف، چونکہ قادیانی مرزا غلام احمد کو 'احمد' کہتے ہیں اور اسے قرآن ''ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد'' کا مصداق سمجھتے ہیں اس لیے وہ 'احمد' کی طرف نسبت کرکے اپنے تئیں 'احمدی' کہلاتے ہیں۔ گویا قادیانیوں یا مرزائیو کا اپنے آپ کو احمدی کہلانا دو باتوں پر موقوف ہے۔

اوّل یہ کہ مرزا غلام احمد، احمد ہے۔ دوم یہ کہ وہ قرآنی آیت کا مصداق ہے، اور یہ دونوں باتیں خالص جھوٹ ہیں کیونکہ مرزا کا نام احمد نہیں بلکہ غلام احمد تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس غدار غلام نے آقا کی گدی پر قبضہ کرکے خود 'احمد' ہونے کا دعویٰ کردیا ہے۔

اور دوسری بات اس لیے جھوٹ ہے کہ اسم احمد کا مصداق ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی، اس لیے مرزائیوں کو احمدی کہنا مسلمانوں کے نزدیک جائز نہیں۔ ہمارا انگریزی پڑھا لکھا طبقہ جو ان کو 'احمدی' کہتا ہے وہ حقیقت حال سے بے خبر ہے۔

احمد کا مصداق کون ہیک

سوال: قرآن پاک میں ۲۸ویں پارے میں سورۂ صف میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔ اس سے مراد کون ہیں جبکہ قادیانی لوگ اس سے مراد قادیانی مراد لیتے ہیں؟

جواب: اس آیت شریفہ کا مصداق ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں۔'' (مشکوٰۃ، ص ۵۱۵) نیز مسند احمد کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق ہوں۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۱۳)

نیز صحیح بخاری ومسلم کی روایت میں ارشاد ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام علاتی (باپ شریک) بھائی ہوتے ہیں، ان کا دین ایک ہے اور ان کی مائیں (یعنی شریعتیں) الگ الگ ہیں۔ اور مجھے سب سے زیادہ تعلق عیسیٰ علیہ السلام سے ہے کیونکہ ان کے درمیان اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اس لیے یں ان کی بشارت کا مصداق ہوں۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۰۹) قادیانی چونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے اس لیے وہ اس کو بھی نہیں مانیں گے۔

کافر، زندیق، مرتد کا فرق

سوال: (۱) کافر اور مرتد میں کیا فرق ہے؟ (۲) جو لوگ کسی جھوٹے مدعی نبوت کو مانتے ہوں وہ کافر کہلائیں گے یا مرتد؟ (۳) اسلام میں مرتد کی کیا سزا ہے اور کافر کی کیا سزا ہے؟

جواب: جو لوگ اسلام کو مانتے ہی نہیں وہ تو کافر اصلی کہلاتے ہیں، جو لوگ دین اسلام کو قبول کرنے کے بعد اس سے برگشتہ ہوجائیں وہ مرتد کہلاتے ہیں اور جو لوگ دعویٰ اسلام کا کریں لیکن عقائد کفریہ رکھتے ہوں اور قرآن وحدیث کے نصوص میں تحریف کرکے انھیں اپنے عقائد کفریہ پر فٹ کرنے کی کوشش کریں انھیں زندیق کہا جاتا ہے اور جیسا کہ آگے معلوم ہوگا ان کا حکم بھی مرتدین کا ہے بلکہ ان سے بھی سخت۔

(۲) ختم نبوت اسلام کا قطعی اور اٹل عقیدہ ہے اس لیے جو لوگ دعویٰ اسلام کے باوجود کسی جھوٹے مدعی نبوت کو مانتے ہیں اور قرآن وسنت کے نصوص کو اس جھوٹے مدعی پر چسپاں کرتے ہیں وہ مرتد اور زندیق ہیں۔

(۳) مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ان تین دنوں میں وہ اپنے ارتداد سے توبہ کرکے پکا سچا مسلمان بن کر رہنے کا عہد کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے رہا کردیا جائے لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسلام سے بغاوت کے جرم میں اسے قتل کردیا جائے۔ جمہور ائمہ کے نزدیک مرتد خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو اسے سزائے موت کے بجائے حبس دوام کی سزا دی جائے۔

زندیق بھی مرتد کی طرح واجب القتل ہے لیکن اگر وہ توبہ کرے تو اس کی جان بخشی کی جائے گی یا نہیں؟ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں وہ بہرحال واجب القتل ہے۔ امام احمدؒ سے دونوں روایتیں منقول ہیں، ایک یہ کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق کی سزا بہر صورت قتل ہے خواہ توبہ کا اظہار بھی کرے، حنیفہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے ازخود توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور سزائے قتل معاف ہوجائے گی لیکن گرفتاری کے بعد اس کی توبہ کا اعتبار نہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندیق مرتد سے بدتر ہے کیونکہ مرتد کی توبہ بالاتفاق قبول ہے لیکن زندیق کی توبہ کے قبول ہونے پر اختلاف ہے، بہرحال اگر وہ اپنے مذہب باطل سے تائب ہوجائے تو اس کی توبہ عنداللہ مقبول ہے۔ (جاری)

کرتے ہیں وصف شاہِ دیں جن وبشر الگ الگ

سید فرید احمد وفا مرادآبادی

کرتے ہیں وصفِ شاہِ دیں جن وبشر الگ الگ
حور و ملک جدا جدا، سنگ و شجر الگ الگ

عشقِ نبی میں اے جنوں ایسا میں بے حواس ہوں
پانچوں حواس رہتے ہیں، آٹھوں پہر الگ الگ

زخمِ فراق کے نشاں دل پہ لگے ہیں اس طرح
حرفوں پہ جس طرح سے ہوں، زیر وزبر الگ الگ

لے کے پیام آئے گی جب کہ مدینہ سے صبا
قاصدِ اشک و درد دل، دیں گے خبر الگ الگ

یارا کسے جو دیکھ لے جلوۂ نورِ مصطفیٰ
وقتِ نظارہ جب کہ ہو تارِ نظر الگ الگ

قطرۂ رشک ولختِ دل بہتے ہیں یادِ شہ میں جب
ہوتے ہیں دونوں پر فدا، لعل و گہر الگ الگ

اس کے عوض ملے گی خلد، اس کے عوض درِ نبی
آہ و فغانِ عشق کا، ہوگا اثر الگ الگ

باغِ جہاں میں اے وفاؔ صلِ علیٰ کا شور ہے
تیری غزل جو پڑھتے ہیں، مرغِ سحر الگ الگ

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت 150/-
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

مرکزی حکومت سے سمجھوتے کے بعد کسان تحریک کا خاتمہ

جس طرح اچانک وزیراعظم نریندر مودی نے تینوں زرعی قوانین کی واپسی کا اعلان کیا، اسی طرح کسانوں نے بھی اچانک تحریک ختم کرنے اور گھر واپسی کا اعلان کردیا۔ دونوں اعلانات اس طرح ہوئے کہ لوگوں کو سوچنے اور سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا، تاہم کسانوں کے مسائل حل ہونے اور ان کی تحریک ختم ہونے سے پورا ملک راحت محسوس کررہا ہے۔ یقیناً یہ غور طلب امر ہے کہ کسانوں اور سرکار کے درمیان ۱۱ دور کی بات چیت سے جو زرعی قوانین واپس نہیں ہورہے تھے اور کسان تحریک ختم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، بات چیت کے بغیر دونوں پرامن طریقے سے کیسے راضی ہوگئے۔ دو خطوط- ایک وہ جو کسانوں نے وزیراعظم کو لکھا تھا اور دوسرا جو وزارتِ زراعت نے کسانوں کی نمائندہ تنظیم متحدہ کسان محاذ کو لکھا، نے وہ کر دِکھایا جو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ زرعی قوانین کی واپسی تو اور بھی ڈرامائی انداز میں ہوئی۔ اچانک لاک ڈاؤن کے دوران آرڈیننس کی صورت میں زرعی اصلاحات کے نام پر قوانین لائے گئے جو ستمبر ۲۰۲۰ء میں پارلیمنٹ سے پاس کراکر اور صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند کے دستخط سے نافذ بھی کیے گئے تھے۔ اس طرح اس معاملہ میں سب کچھ اچانک ہی ہوا۔ زرعی قوانین کے خلاف تحریک آرڈیننس جاری ہونے کے بعد ہی کسانوں نے اگست ۲۰۲۰ء میں پہلے پنجاب سے شروع کی، پھر ہریانہ، اترپردیش اور پورے ملک کے کسان حمایت میں آئے۔ جب ۲۵؍نومبر ۲۰۲۰ء کو کسانوں نے دہلی کوچ کیا تو تحریک سرکار کے کنٹرول سے باہر نظر آنے لگی۔ پھر وہ دہلی کی تین سرحدوں سنگھو بارڈر، غازی پور بارڈر اور ٹیکری بارڈر پر اس طرح ڈٹ گئے کہ حالات بدلے لیکن کسان اپنے موقف سے

> یہ غور طلب امر ہے کہ کسانوں اور سرکار کے درمیان ۱۱ دور کی بات چیت سے جو زرعی قوانین واپس نہیں ہورہے تھے اور کسان تحریک ختم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، بات چیت کے بغیر دونوں پرامن طریقے سے کیسے راضی ہوگئے۔ دو خطوط- ایک وہ جو کسانوں نے وزیراعظم کو لکھا تھا اور دوسرا جو وزارتِ زراعت نے کسانوں کی نمائندہ تنظیم متحدہ کسان محاذ کو لکھا، نے وہ کر دِکھایا جو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

پیچھے نہیں ہٹے۔ آخرکار زرعی قوانین پر مرکزی سرکار کو اپنے قدم پیچھے کرنے پڑے اور کسانوں نے ۳۷۸ دنوں بعد تحریک ختم کرنے کا اعلان کردیا۔ دیکھا جائے تو ۲۶؍جنوری کے ٹریکٹر مارچ کو چھوڑ کر مجموعی طور پر کسانوں کی تحریک پرامن رہی اور انھوں نے بہت صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔ دوسری طرف سرکار کا رویہ بھی ابتدا میں کچھ سخت اقدامات کو چھوڑ کر مجموعی طور پر لچکدار رہا۔ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ ۱۶؍دسمبر کو سپریم کورٹ میں جانے سے وہاں سے تو مسئلہ حل نہیں ہوا لیکن حل کی ایک راہ ضرور نکلی۔ سپریم کورٹ نے ہی پہلی بار زرعی قوانین کے نفاذ پر چھ ماہ کے لیے روک لگائی تھی جسے بعد میں سرکار نے ڈیڑھ ماہ تک کرنے کی پیشکش کی۔ اس سے پہلی بار یہ حقیقت سامنے ئی کہ مسئلہ قوانین کا نفاذ ہے۔ اس پر روک لگائی جاسکتی ہے تو قوانین واپس کیوں نہیں لیے جاسکتے۔ اور وہی ہوا، پارلیمنٹ کے سرمائی اجلاس سے پہلے ۱۹؍نومبر کو گروپورنیا کے موقع پر وزیراعظم نے اچانک قوانین کی واپسی کا اعلان کرکے پورے ملک کو حیرت زدہ کردیا۔ اس کے بعد ۲۶؍ستمبر کو مرکزی وزیر زراعت نریندر سنگھ تومر نے یہ اعلان کیا کہ پرالی جلانا کرائم کے زمرے میں نہیں رہے گا اور کسانوں کی دوسری سب سے بڑی مانگ ایم ایس پی پر کمیٹی بنانے کی بات کہہ دی۔ پھر سرمائی اجلاس کے پہلے دن ۲۹؍نومبر کو بحث کے بغیر دونوں ایوانوں سے قوانین کی واپسی کا بل پاس کراکے سرکار نے تنازعہ کو ختم کردیا۔ باقی مسائل ایم ایس پی، مقدمات کی واپسی اور معاوضہ کے حل کے لیے ۹؍دسمبر کو پانچ نکاتی تحریری یقین دہانی اور تجاویز کسانوں کو بھیج دیں۔ جواب میں کسانوں نے سرکار کو ۱۵ جنوری تک وقت دے کر تحریک ختم کرنے کا اعلان کردیا ◻◻

ہندستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال-ایک جائزہ

دنیا بھر کی مختلف حقوقِ انسانی تنظیموں کی جانب سے ہندستان میں بڑے پیمانے پر انسانی حقوق کی پامالی کا الزام لگاتے ہوئے شدید تنقیدیں کی جارہی ہیں۔ حکومت کے خلاف تنظیموں پر پابندیاں لگانا، جہدکاروں کی گرفتاری اور شہریت ترمیمی قانون پر اقوامِ متحدہ کے کمشنر برائے انسانی حقوق گہری تشویش کا اظہار کرچکے ہیں۔

ہیومن رائٹس واچ کا بھی تجزیہ ہے کہ مختلف رائے کے حامل لوگوں کو قابو میں لانے کے لیے حکومت ہند کی جانب سے انسدادِ دہشت گردی قانون پر عمل کیا جارہا ہے۔ ان تنقیدوں کے لیے مناسب وجوہات بھی ہیں۔ اقوام متحدہ دنیا بھر میں انسانی حقوق کی پاسداری کو یقینی بنانے میں مصروف ایک اہم ادارہ ہے۔ انسانی حقوق سے متعلق ہندستان کا نظریہ جداگانہ ہے۔ عالمی اداروں کی تنقیدوں پر ہندستان کو سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ انسانی حقوق سے متعلق عالمی تنظیموں کی شرائط پر غور کرنا چاہیے اور ساتھ ساتھ ہندستانی نظریات کے مطابق حقوقِ انسانی پر ایک اعلامیہ تیار کرتے ہوئے اقوامِ متحدہ کے حوالے کرنا چاہیے۔

عالمی تنظیم برائے حقوق انسانی کی نظر میں دنیا میں ہر نسل ورنگ کے لوگوں کو باعزت، پروقار زندگی بسر کرنے کے حق اور یکساں حقوق حاصل ہیں۔ عدم مساوات کا خاتمہ کیا جانا چاہیے تاہم معاشی حقوق ملک کی سرحدوں تک محدود رکھے گئے۔ ہر ملک کے شہری کو اس ملک کے حدود میں نقل وحمل کی اجازت رہتی ہے۔ پھر جب دنیا کے تمام انسانوں کے حقوق یکساں ہیں تو چند ملکوں کے لوگوں کو دوسرے ممالک کے لیے نقل مکانی پر پابندی کیوں رکھی گئی، کیوں حکومت کی خدمات صرف اسی ملک کے عوام کے لیے مختص کی گئیں۔ اگر انسانی حقوق سب کے لیے یکساں ہے تو پھر حکومت کی خدمات محض سرحدوں تک کیوں محدود ہیں۔ ہر ملک کے سوال کے لحاظ سے سماجی تحفظ حاصل کرنے کا حق سب کو یاد گیا ہے کیوں اس حق کو محض اس ملک کی سرحد تک محدود کیا گیا پھر کیوں ایک شہری اس ملک میں جہاں کے وسائل پر اس کا حق ہے، سیاسی حقوق سے محروم ہے۔ دولت مند ممالک سیاسی حقوق کے نام پر ترقی پذیر ممالک کے داخلی معاملات میں دخل اندازی کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہے۔ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ترقی پذیر ممالک کو اپنے معاشی حقوق کے تحفظ کے لیے دولت مندوں کی پالیسیوں کی مداخلت کو روکنا ہے۔ دوسری طرف ہندستان میں انسانی حقوق کی پامالی اور عالمی اداروں کی تنقیدوں پر بھی غور وخوض کرنا چاہیے تاہم ساتھ ہی ساتھ ہم کو قانونی اعتبار سے جامع اور مضبوط حقوقِ انسانی رپورٹ تیار کرتے ہوئے اس پر اقوامِ متحدہ کی منظوری حاصل کرنا چاہیے۔ ◻◻

انتخابی اصلاح سے متعلق بل لوک سبھا میں منظور
ووٹر شناختی کارڈ سے آدھار کو جوڑنے کا راستہ ہوگا ہموار

انتخابی اصلاح سے متعلق بل کو لوک سبھا سے منظوری مل گئی۔ الیکشن ایکٹ (ترمیم) بل، ۲۰۲۱ء میں ووٹر شناختی کارڈ کو آدھار کارڈ سے جوڑنے کا التزام شامل ہے۔ اس سے پہلے کانگریس، ترنمول کانگریس، اے آئی ایم آئی ایم، آر ایس پی، بی ایس پی جیسی پارٹیوں نے اس بل کو پیش کیے جانے کی مخالفت کی۔ کانگریس نے بل کو غور وخوض کے لیے پارلیمنٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی کو بھیجنے کا مطالبہ کیا۔ لوک سبھا میں قانون وانصاف کے وزیر کرن رجیجو نے الیکشن ایکٹ (ترمیم) بل ۲۰۲۱ء پیش کیا۔ اس کے ذریعہ سے عوامی نمائندہ ایکٹ ۱۹۵۰ء اور عوامی نمائندہ ایکٹ ۱۹۵۱ء میں ترمیم کیے جانے کی تجویز ہے۔ اپوزیشن اراکین کے اندیشوں کو بے بنیاد بتاتے ہوئے رجیجو نے کہا کہ اراکین نے اس کی مخالفت میں جو دلائل پیش کیے ہیں وہ سپریم کورٹ کے فیصلے کو غلط طریقے سے پیش کرنے کی کوشش ہے۔ پیش کردہ بل عدالت عظمیٰ کے فیصلے کے مطابق ہے۔

مذکورہ بل کی مخالفت میں لوک سبھا میں کانگریس لیڈر ادھیر رنجن چودھری نے کہا کہ یہ پٹوسوامی بنام حکومت ہند معاملے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف ہے۔ کانگریس لیڈر کا کہنا تھا کہ ہمارے یہاں ڈاٹا سیکورٹی قانون نہیں ہے اور ماضی میں ڈاٹا کے غلط استعمال کیے جانے کے معاملے بھی سامنے آئے ہیں۔ ادھیر رنجن چودھری کا کہنا ہے کہ ایسے ماحول میں بل کو واپس لیا جانا چاہیے اور اسے غور وخوض کے لیے پارلیمنٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی کو بھیجا جانا چاہیے۔

کانگریس کے ہی منیش تیواری نے اس بل کے بارے میں کہا کہ اس کو لانا حکومت کی قانونی صلاحیتوں سے بالاتر ہے۔ اس کے علاوہ آدھار قانون میں بھی کہا گیا ہے کہ اس طرح سے آدھار کو نہیں جوڑا جاسکتا ہے۔ منیش تیواری نے بل کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اسے واپس لیا جانا چاہیے۔ دوسری طرف ترنمول کانگریس کے سوگت رائے نے بل میں سپریم کورٹ کے فیصلے کی خلاف ورزی کیے جانے کا الزام عائد کیا اور اسے بنیادی حقوق کے بھی خلاف بتایا۔ علاوہ ازیں اے آئی ایم آئی ایم سربراہ اسدالدین اویسی نے کہا کہ یہ آئین میں موجود بنیادی حقوق اور پرائیویسی کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہ بل خفیہ ووٹنگ کے التزام کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے ہم اسے پیش کیے جانے کی مخالفت کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ مرکزی کابینہ نے گزشتہ دنوں انتخابی اصلاحات سے متعلق اس بل کے مسودے کو اپنی منظوری دی تھی۔ اس بل کے مسودے میں کہا گیا ہے کہ ووٹر لسٹ میں دہراؤ اور فرضی ووٹنگ کو روکنے کے لیے ووٹر شناختی کارڈ اور فہرست کو آدھار سے جوڑا جائے گا۔

تجزیہ

عبیداللہ ناصر

ہندی بیلٹ کی پانچ ریاستوں میں سب سے زیادہ غربت

ملک خاص کر ہماری ہندی بیلٹ کی سیاست ہی نہیں صحافت بھی ذات برادری اور فرقہ پرستی کے مکڑ جال میں کچھ ایسی الجھی ہوئی ہے کہ ہم معاشی اور سماجی طور سے تباہی کے کس دہانہ پر کھڑے ہیں، اس کی ہمیں نظیر نہیں ملتی اور ہم زیادہ فکر بھی نہیں کرتے۔ حکومت ہند فخریہ دعویٰ کرتی ہے کہ اس نے ۸۰ کروڑ لوگوں کو مفت اناج دیا، سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ فخر کی بات ہے یا شرم کی۔ ۱۳۰ کروڑ کی آبادی والے ملک میں اگر ۸۰ کروڑ مفت اناج پانے کے مستحق ہیں تو سمجھا جاسکتا ہے کہ ہماری معیشت کس مقام پر پہنچ چکی ہے۔ یہی نہیں گزشتہ دنوں اپوزیشن کی کسی پارٹی یا کسی لیڈر نے نہیں بلکہ خود حکومت ہند کے ادارہ نیتی آیوگ نے ایک رپورٹ جاری کی ہے جس کے مطابق ملک کی غریب ترین پانچ ریاستوں میں ہندی بیلٹ کی ہی ریاستیں شامل ہیں۔ رپورٹ کے مطابق بہار میں ۵۲ فیصد آبادی غرب ہے، جھارکھنڈ میں ۴۲ فیصد، اترپردیش میں ۳۸ فیصد، مدھیہ پردیش میں ۳۷ فیصد اور میگھالیہ میں ۳۳ فیصد آبادی غریب ہے، اس کے مقابلہ کیرالہ میں اعشاریہ ۷۱ فیصد، گوا اور سکم میں تقریباً ۴ فیصد، تمل ناڈو میں ۵ فیصد اور پنجاب میں ۶ فیصد آبادی غریب ہے۔ غور کیجیے تو سمجھ سکیں گے کہ سب سے زیادہ غریب ریاستوں میں وہ ریاستیں ہی شامل ہیں جہاں حکومتوں کا انتخاب عوام اپنے مسائل حل کرنے، اپنے لیے بہتر زندگی اور اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے نہیں بلکہ اپنی ذات اور اپنے مذہب کی بالادستی قائم کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ یہ بھی سمجھ سکیں گے کہ ان میں سے زیادہ تر میں ڈبل انجن والی سرکاریں ہیں۔ یعنی مرکز اور ریاستوں میں ایک ہی پارٹی کی حکومت ہے۔

نیتی آیوگ کی جانب سے جاری کی گئی پہلی ملٹی پاورٹی انڈیکس رپورٹ جہاں الگ الگ ریاستوں کے حالات کا احاطہ کرتی ہے وہیں پالیسی سازوں کے لیے ایک بہتر پیمانہ بھی فراہم کرتی ہے۔ آیوگ کی مذکورہ رپورٹ سے صاف ظاہر ہے کہ جن ریاستوں میں فروعی مسائل مذہب اور ذات برادری کی بالادستی قائم کرنے کی خواہش کے بجائے اپنی بہتر زندگی اور اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کو مدنظر رکھ کر عوام اپنی حکومت منتخب کرتے ہیں وہاں عوام کو بہتر سہولیات فراہم کرنے اور ان کا معیارِ زندگی بلند کرنے کے لیے حکومتوں نے بہترین کام کیا ہے جبکہ ذات برادری اور مذہب کے مکڑ جال میں الجھی ہوئی ریاستیں اور وہاں کی حکومتیں اس معاملہ میں پھسڈی رہیں۔ تلخ حقیقت یہ ہے کہ یہ غلطی، کمزوری اور خامی ان حکومتوں کی نہیں بلکہ ان ریاستوں کے عوام کی ہے۔ جب آپ بہتر معیارِ زندگی، بہتر تعلیمی اداروں، جدید ترین اسپتالوں اور زندگی کی دیگر ضروریات کو خارج کرتے ہوئے مندر مسجد کے لیے ووٹ دیں گے، آپ کے سامنے اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے بجائے آپ کے مذہب اور ذات کی بالادستی قائم کرنا زیادہ اہم ہے تو آپ وہی سب حاصل کرکے خوش رہیے، آپ کی صحت پر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ آپ کی ریاست کی نصف سے زیادہ آبادی اب بھی غریب ہے اور زندگی کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہے۔

عام طور سے کسی ریاست میں سرمایہ کاری اور فی کس آمدنی کے پیمانہ سے غربت کی سطح کا اندازہ لگایا جاتا رہا ہے لیکن نیتی آیوگ نے اس کے لیے ایک خاص پیمانہ طے کیا ہے تاکہ پتہ چل سکے کہ مختلف سرکاروں کی جانب سے شروع کی گئی اسکیموں اور پالیسیوں کا زمینی سطح پر کیا اثر پڑا ہے اور ان ریاستوں نے ان پالیسیوں اور پروگراموں میں عملی طور پر جو رقم خرچ کی ہے وہ عوام کے کس حد تک مفاد میں رہی ہے اور ان کی زندگی میں کتنا اور کیسا بدلاؤ آیا ہے، ان کا معیارِ زندگی کتنا بلند ہوا ہے، اس معاملہ میں یہ ایک نیا اور بہت اہم پیمانہ ہے۔ ملٹی ڈائیمینشنل پاورٹی انڈیکس عمومی اہمیت کے تین فیکٹر صحت، تعلیم اور معیارِ زندگی کی بنیادی صورتِ حال کا جائزہ لیتا ہے اور اس کے بارہ انڈیکٹرس کا استعمال کرتا ہے۔ یہ محض خط افلاس کی بنیاد پر غربت کی سطح ناپنے کے روایتی فارمولہ سے الگ ہے اور ۲۰۱۵ء میں تقریباً ۱۹۳ ملکوں میں نافذ کیے گئے فارمولے اور طریق کار کے مطابق ہے جسے اسٹین ایبل ڈیولپمنٹ گول کا نام دیا گیا تھا۔ نیتی آیوگ کی اس رپورٹ کے لیے اعداد وشمار قومی خاندانی حفظانِ صحت سروے (این ایف ایچ ایس) کی ۱۶-۲۰۱۵ء کی رپورٹ سے لیے گئے ہیں لیکن گزشتہ پانچ برسوں میں زمینی حقیقت میں کوئی بنیادی تبدیلی ہوئی ہوگی، ایسا سوچنا ہی فضول ہے۔ لیکن نیتی آیوگ نے واضح کیا ہے ہ مذکورہ سروے کی تازہ ترین رپورٹ دستیاب ہونے کے بعد ایم پی آئی کی دوسری رپورٹ تیار کی جائے گی اور اس میں اس دوران ہوئی پیش رفت کا احاطہ کرلیا جائے گا لیکن مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے سامنے سب سے بڑا چیلنج یہی ہوگا کہ وہ اپنی پالیسیوں اور پروگراموں کو نیتی آیوگ کی کسوٹی پر کھرا اُتاریں، اس کے لیے فروعی مسائل میں الجھنے کے بجائے حکمرانی کے اصل معیار پر کھرا اُترنا ہوگا۔ محض اعداد وشمار کی بازیگری، لفاظی اور اشتہار بازی پر کھربوں روپیہ خرچ کردینے سے زمینی حقائق نہیں تبدیل ہوسکتے۔ بات چاہے سرمایہ کاری کی ہو یا مجموعی گھریلو پیداوار (جی ڈی پی) میں اضافہ کی، اصل پیمانہ عوام کو ملنے والی سہولیات اور ان کے معیارِ زندگی میں آئی بہتر تبدیلی ہی ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کے کاموں کو ایسے ہی پیمانوں پر کسا جائے۔

ویسے تو حکومت معیشت میں تیز رفتاری کے دعوے کررہی ہے، اس کا کہنا ہے کہ معیشت کورونا کی تباہ کاری سے نہ صرف ابھر رہی ہے بلکہ رفتار بھی پکڑ رہی ہے۔ عوام نے خریداریاں شروع کردی ہیں اور رواں مالی سال کی دوسری سہ ماہی میں جی ڈی پی کی شرح نمو ۸ء۴۰ فیصد رہی حالانکہ اسے بہت اچھا نہیں کہا جاسکتا کیونکہ رواں مالی سال کی پہلی سہ ماہی میں یہ ۲۰ء۱۰ فیصد تھی، پھر بھی مسلسل چوتھی سہ ماہی میں مثبت حلقہ میں رہنا اچھا اشارہ تو ہے ہی۔ وزارتِ مالیات کے خصوصی مشیر کے وی سبرامنیم کا دعویٰ ہے کہ ملکی معیشت میں تیزی سے بہتری آرہی ہے اور رواں مالی سال میں جی ڈی پی کی شرح دو ہندسوں میں جاسکتی ہے۔ نہ صرف جی ڈی پی کی شرح نمو میں اضافہ ہوا ہے بلکہ جی ایس ٹی کلیکشن میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ حکومت نے بتایا ہے کہ نومبر میں اس مد میں ایک لاکھ ۳۱ ہزار ۵۲۶ کروڑ روپے جمع ہوئے جو ۲۰۱۷ء میں جی ایس ٹی لاگو ہونے کے بعد دوسرا سب سے بڑا کلیکشن ہے جبکہ سب سے بڑی وصولی اس سال اپریل میں ایک لاکھ ۴۱ ہزار کروڑ روپے کی ہوئی تھی۔ لیکن اہم سوال یہی ہے کہ بے روزگاری کی شرح کیوں بڑھتی جارہی ہے؟ کیا سماج کے ہر طبقہ کی قوتِ خرید میں اضافہ ہوا ہے، ویسے تو ایک دھنا سیٹھ کو پچھاڑ کر دوسرا دھنا سیٹھ دنیا کے امیر ترین لوگوں کے گروپ میں شامل ہوگیا ہے لیکن کیا اسے ملکی معیشت میں سدھار سمجھا جاسکتا ہے۔ ایک طرف بے روزگاروں کی بڑھتی فوج ہے، دوسری طرف اشیائے ضروری کی آسمان چھوتی قیمتیں، تیسری طرف اندھا دھند فروخت ہورہی عوامی زمرہ کی کمپنیاں اور چوتھی طرف زرعی زمرہ کی پریشانیاں، ان سب پر اگر سنجیدگی اور ایمانداری سے غور کیا جائے تو حکومت کے دعوے کھوکھلے اور اعداد وشمار بازیگری ہی معلوم ہوتے ہیں۔

کھیل کی دنیا

ٹینس اسٹار پینگ شوائی کی گمشدگی ایک پیچیدہ معاملہ

چین کے سابق اعلیٰ عہدیدار پر جنسی ہراسانی کا الزام عائد کرنے کے بعد ہونے والی چینی ٹینس اسٹار پینگ شوائی کی گمشدگی کا معاملہ مزید پیچیدہ ہوگیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے آپ کو پینگ کا دوست کہتا ہے، نے دعویٰ کیا ہے کہ عالمی ویمن ٹینس ایسوسی ایشن (ڈبلیو ٹی اے) کے سربراہ نے پینگ کی جانب سے بھیجی جانے والی ایک مشکوک ای میل کو نظرانداز کردیا تھا۔ ڈنگ لی نامی اس شخص نے ایک ای میل کا اسکرین شاٹ ٹویٹ کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ یہ ای میل چینی ٹینس اسٹار پینگ شوائی کی جانب سے لکھی گئی تھی جس میں انھوں نے ڈبلیو ٹی اے کے سربراہ اسٹیو سائمن کو کہا کہ انھیں تنگ نہ کیا جائے۔ رواں ماہ پینگ شوائی نے چین کے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ویبو پر چین کے سابق نائب وزیر اعظم ژانگ گاؤلی پر جنسی ہراسانی کے الزام لگائے تھے۔ پینتیس سالہ پینگ شوائی نے ویبو پر اپنی ۱۶۰۰؍الفاظ پر مبنی پوسٹ میں کہا تھا کہ سابق چینی وزیراعظم نے انھیں زبردستی اپنے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنے پر مجبور کیا تھا۔ ایسا پہلی مرتبہ ہے کہ چین کی اعلیٰ سیاسی قیادت پر اس طرح کے الزامات عائد کیے گئے ہیں لیکن پینگ شوائی نے اپنی پوسٹ میں یہ لکھا تھا کہ وہ اپنے دعوؤں کے ثبوت فراہم نہیں کرسکتیں، تاہم سابق چینی نائب وزیر اعظم ژانگ گاؤلی نے ان الزامات پر اب تک کوئی ردّعمل نہیں دیا ہے۔ ۷۵ سالہ ژانگ گاؤلی ۲۰۱۳ء سے ۲۰۱۸ء کے درمیان چین کے نائب وزیر اعظم رہے ہیں اور اس سے پہلے وہ تیانجن میں چین کی کمیونسٹ پارٹی کے اعلیٰ عہدیدار تھے۔ اپنے دورِ اقتدار میں انھوں نے ۲۰۲۲ء میں ہونے والی بیجنگ ونٹر اولمپکس مقابلوں کے لیے متعدد اجلاسوں کی سربراہی کی تھی۔ وہ چین کے بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے میں بھی شامل رہے ہیں اور اس سلسلے میں مختلف ممالک کا دورہ بھی کیا ہے۔ وہ ۲۰۱۴ء کی اقوام متحدہ کی ماحولیاتی تبدیلی کے حوالے سے ہونے والی کانفرنس میں چینی صدر شی جن پنگ کے خصوصی نمائندہ بھی تھے۔ ٹینس اسٹار کی جانب سے الزامات سامنے آنے کے بعد سے وہ منظر عام سے غائب ہیں جس کے بعد ویمن ٹینس ایسوسی ایشن (ڈبلیو ٹی اے) نے ان کی خیریت جاننے کا مطالبہ کررکھا ہے۔ ڈنگ لی کے بارے میں بہت زیادہ معلومات نہیں ہیں تاہم وہ ٹینس اسٹار پینگ شوائی کے دوست ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق وہ ایک ایسی کمپنی کے سینئر ایگزیکیٹو ہیں جو ملک میں کھیلوں کی

ایسا پہلی مرتبہ ہے کہ چین کی اعلیٰ سیاسی قیادت پر اس طرح کے الزامات عائد کیے گئے ہیں لیکن پینگ شوائی نے اپنی پوسٹ میں یہ لکھا تھا کہ وہ اپنے دعوؤں کے ثبوت فراہم نہیں کرسکتیں، تاہم سابق چینی نائب وزیر اعظم ژانگ گاؤلی نے ان الزامات پر اب تک کوئی ردّعمل نہیں دیا ہے۔

تقریبات کا انعقاد کرتی ہے اور ایتھلیٹ کی نمائندگی کرتی ہے تاہم ان کا پینگ شوائی کے ساتھ رشتہ ابھی واضح نہیں ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ پینگ نے ڈبلیو ٹی اے کے سربراہ اسٹیو سائمن کو ایک ای میل بھیجی تھی جس میں ان کی جانب سے کہا گیا تھا کہ اس وقت میں نہیں چاہتی کوئی مجھے تنگ کرے اور میرے نجی معاملات کو زیادہ اجاگر کرے۔ میں آرام سے جینا چاہتی ہوں۔

ایک انٹرویو کے ذریعہ ڈنگ لی نے الزام عائد کیا کہ اسٹیو سائمن کو یہ ای میل موصول ہوئی تھی لیکن انھوں نے پینگ کو جواب دینے سے اجتناب کیا۔ انھوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اسٹیو سائمن نے پینگ شوائی کا رابطہ نمبر دس سے زائد ٹینس کھلاڑیوں کو دینے کے ساتھ ساتھ مختلف میڈیا اداروں کو بھی دیا جس کی وجہ سے پینگ کو متعدد فون کال موصول ہوئیں جو ان کے لیے تکلیف کا باعث بنیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی وجہ ہے کہ وہ اسٹیو سائمن سے بات نہیں کررہی۔ ڈنگ لی نے مزید کہا کہ پینگ شوائی اس وقت بیجنگ میں ہیں اور انھیں نقل وحرکت کی آزادی ہے۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ پینگ پر کسی قسم کا دباؤ ہے نہ ان کی نگرانی کی جارہی ہے اور انھیں کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی۔ جب بی بی سی نے پینگ شوائی سے بات کرنے کو کہا تو انھوں نے سرکاری میڈیا پر جاری ہونے والے بیان کو دہراتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے گھر میں اکیلے آرام کرنا چاہتی ہیں تاہم ڈبلیو ٹی اے اور دیگر بین الاقوامی گروہوں سمیت بہت سے افراد نے ان دعوؤں پر تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ ڈنگ لی کا مزید کہنا تھا کہ حکام پینگ کی جانب سے لگائے گئے الزامات پر کوئی تحقیقات کررہے ہیں اور نہ ہی کوئی کارروائی ہورہی ہے کیونکہ ڈبلیو ٹی اے کو ان کی ملنے والی مبینہ ای میل سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی جنسی حملہ نہیں ہوا تھا۔ پینگ نے واضح طور پر کہا تھا کہ انھیں زبردستی ژانگ گاؤلی کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے پر مجبور کیا گیا۔ بہرحال ویمن ٹینس ایسوسی ایشن کے سربراہ اسٹیو سائمن نے چین میں ڈبلیو ٹی اے کے مقابلے منسوخ کرنے کی دھمکی دی ہے جس سے چین کو کافی دھچکا پہنچ سکتا ہے۔ واضح رہے کہ اگلے سال چین میں دس ڈبلیو ٹی اے مقابلے ہونے ہیں جن میں ووہان اوپن اور شین زین میں ڈبلیو ٹی اے فائنل مقابلے ہونے ہیں۔ اگلے سال کھیلا جانے والا ووہان اوپن وہ پہلا موقع ہوگا جب بین الاقوامی ٹینس اسٹار کووڈ وبا پھیلنے کے بعد سے وہاں ٹینس کھیلنے آئیں گے۔ ◻◻

طب وصحت

دُھوپ - فوائد ونقصانات کے آئینے میں

اکثر خاندان کی بڑی بوڑھیاں سرد موسم میں نومولود بچوں کو دھوپ میں لے جاکر تیل کی مالش کیا کرتی تھیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچے کو سورج کی تپش زیادہ سے زیادہ ملے اور اس کی ہڈیاں مضبوط ہوں۔ جدید تحقیق نے اس ٹوٹکے کو درست قرار دیا ہے کیونکہ دھوپ سے جسم میں وٹامن ڈی پیدا ہوتا ہے جو کیلشیم کو جذب کرنے میں مدد دیتا ہے۔ باڈی بلڈنگ کے شوقین نوجوان دھوپ سینکنے کی ورزشیں بھی کرتے ہیں جن سے ان کی ہڈیاں مضبوط اور جسم چست ہوجاتا ہے۔ بوڑھے اور معمر افراد کو خاص اہتمام کے ساتھ دھوپ میں بیٹھنا چاہیے تاکہ ڈھلتی عمر کی کمزوری دور ہوسکے۔ جوڑوں کے امراض اور چوٹ سے پیدا ہونے والی تکلیف میں بھی سورج کی تپش مفید ثابت ہوتی ہے۔ جب ادویات اور مرہم دریافت نہیں ہوئی تھیں تو زخموں کو جراثیم سے بچانے اور انھیں جلد مندمل کرنے کے لیے مریض کو دھوپ میں بٹھایا جاتا تھا۔ سردیوں میں عموماً زخم کی تکلیف میں اضافہ ہوجاتا ہے اور پرانے زخم بھی دکھنے لگتے ہیں۔ اس کی وجہ انسانی جسم میں درجہ حرارت کی کمی سے پیدا ہونے والی مدافعت میں کمزوری ہوتی ہے۔ ایسی صورت حال سے بچاؤ کے لیے معالج دھوپ میں بیٹھنے یا گرم پانی سے ٹکور کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔

بچوں کی ایک بیماری سوکھا پن ہے جس میں بدن میں وٹامن ڈی یا کیلشیم (چونے) کے غلط جماؤ کے باعث ہڈیاں کمزور پڑ کر ٹیڑھی ہوجاتی ہیں۔ اس بیماری کا علاج بھی دھوپ سے کیا جاتا ہے۔ سورج کی معتدل روشنی آپ کے دماغ میں ہارمون کی صحتمند مقدار کو بھی متحرک کرتی ہے۔ دماغ اس حرارت میں نہ صرف ہارمون کے اخراج کو بڑھاتا ہے بلکہ سیرٹونن نامی ہارمون کی بھی خوب افزائش کرتا ہے۔ ہیرٹونن موڈ کو خوشگوار اور کسی شخص کو پرسکون اور توجہ کا مرکوز کرنے میں مدد دیتا ہے۔ سورج کی روشنی کے بغیر اس ہارمون (سیرٹونن) کی سطح خطرناک حد تک کم ہوسکتی ہے جس میں ہیرٹونن کی کم سطح افسردگی کو جنم دیتی ہے۔ اکثر لوگ سردیوں میں خواہ مخواہ اداس نظر آتے ہیں۔ اس مرض کو سیزنل انیکٹیو ڈس آرڈر (ایس اے ڈی) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ افسردگی کی ایک قسم ہے جو بدلتے موسموں کی وجہ سے جنم لیتی ہے۔

ذیابیطس میں شفا: دھوپ ذیابیطس کے مریضوں کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔ سورج کی شعاعیں خون میں گلوکوز کم کرتی ہیں جو ذیابیطس کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا ذیابیطس کی روک تھام کے لیے سورج کی تپش مفید ہے۔ کم شکری کے مریضوں کو بھی دھوپ توانائی فراہم کرتی ہے جس سے ان کی نقاہت اور کمزوری دور ہوجاتی ہے۔

جراثیم کشی: سردیاں شروع ہوتے ہی مخصوص کپڑوں کو صندوقوں سے نکال کر انھیں دھوپ میں رکھا جاتا ہے تاکہ ان میں پیدا ہونے والی نمی اور بدبو کا خاتمہ ہوجائے۔ اگر کپڑے بغیر دھوپ لگوائے صندوقوں میں بند کردیئے جائیں تو ان میں کھٹمل پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ دھوپ چونکہ مضر جراثیم کو ماردیتی ہے اس لیے دھوپ لگانے سے کپڑوں میں جراثیم پیدا نہیں ہوتے اور انسانی جسم بھی ان سے محفوظ رہتا ہے۔

فشارِ خون اور دل کا مرض

سردیوں میں عموماً فشارِ خون بلند ہوجاتا ہے۔ دھوپ کی عدم موجودگی کے باعث کولیسٹرول میں بھی اضافہ ہوسکتا ہے کیونکہ دھوپ کولیسٹرول کم کرتی ہے۔ انسانی جلد میں ایک کیمیائی مادّہ اسکوالین پیدا ہوتا ہے۔ اسے دھوپ نہ ملے تو یہ مادّہ کولیسٹرول میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اگر جلد کو دھوپ ملتی رہے تو یہ مادّہ وٹامن ڈی کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اس حیاتین کی کمی اور کولیسٹرول کی زیادتی بلند فشارِ خون اور حملہ قلب کا باعث بنتی ہے۔ وٹامن ڈی دل کی حفاظت کرتا ہے لہٰذا اس کی کمی یا غیر موجودگی کی وجہ سے سردیوں میں دل کے امراض زیادہ ہوتے ہیں۔ دل کے امراض میں مبتلا افراد کو وقتاً فوقتاً دھوپ سینکنی چاہیے۔ انسانی جلد سورج سے توانائی حاصل کرتی ہے۔ سورج کی شعاعیں انسانی بقا کے لیے ازحد ضروری ہیں۔ بہرحال اعتدال لازمی شرط ہے۔ دراصل دھوپ سے توانائی حاصل کرنا مقصد ہونا چاہیے نہ کہ تیز دھوپ سے جسم کو جھلسانے کی مشق کرنی چاہیے اس لیے دھوپ میں زیادہ عرصہ رہنا بھی درست نہیں۔ ◻◻

ادبیات

نہ جنت نہ کون ومکاں چاہتا ہوں

عبرت بھرائچی

نہ جنت، نہ کون و مکاں چاہتا ہوں   نگاہِ شہِ دوجہاں چاہتا ہوں
جو چھوڑے ہیں دنیا میں فخرِ عرب نے   وہ پرکیف زرّیں نشاں چاہتا ہوں
بنے گا لحد میں جو بخشش کا ضامن   وہی ذکر وردِ زباں چاہتا ہوں
سنا ہے فرشتوں نے جس کو فلک پر   وہی پھر بلالیؓ اذاں چاہتا ہوں
جہاں بیٹھتے تھے صحابہؓ نبیؐ کے   نگاہوں میں وہ سائباں چاہتا ہوں
خدایا میں جب تک نہ دیکھوں مدینہ   درازئ عمرِ رواں چاہتا ہوں
نبیؐ کے تصور میں رکھے جو ہر دم
میں عبرتؔ وہ سوزِ نہاں چاہتا ہوں

نگاہِ محبت ذرا چاہتا ہوں

قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوریؒ

ترا لطف تیری عطا چاہتا ہوں   ترا ہی کرم اے خدا چاہتا ہوں
بجز اس کے میں اور کیا چاہتا ہوں   نگاہِ محبت ذرا چاہتا ہوں
نہ حسرت کرم کی نہ ارماں وفا کا   فقط ایک تیری رضا چاہتا ہوں
الم میں بھی راضی خوشی میں بھی راضی   وہی جو ہے تیری رضا چاہتا ہوں
ضیاؤں کے پردے میں او چھپنے والے!   تجھے اِک نظر دیکھنا چاہتا ہوں
مری جرأتِ دید کی داد دینا   تجھے برملا دیکھنا چاہتا ہوں
کوئی دیکھے میرا جنونِ محبت   جفا جو سے دادِ وفا چاہتا ہوں
محبت کے دریا کی گہرائیوں میں
فنا ہو کے حافظؔ بقا چاہتا ہوں

زنجیروں کو پگھلا دیں وہ اسباب نہیں ہیں

ڈاکٹر حنیف ترین سنبھلی

نیندوں کے بیاباں ابھی شاداب نہیں ہیں   جب سے مری آنکھوں میں ترے خواب نہیں ہیں
آہوں میں اب آثارِ تب وتاب نہیں ہیں   زنجیروں کو پگھلا دیں وہ اسباب نہیں ہیں
جو حق کے لیے جان ہتھیلی پہ لیے ہوں   ہم ایسے جری قوم میں کمیاب نہیں ہیں
وہ ہنس کے تو ملتے ہیں مگر بحرِ طلب میں   تلخی کے جزیرے ابھی شاداب نہیں ہیں
پھر دھوپ کا پہرہ ہوا پانی کے گھر پر   گو پیاس کے صحرا ابھی سیراب نہیں ہیں
جاجا کے پلٹ آئیں حنیفؔ اپنی صدائیں
شاید یہ ابھی واقفِ آداب نہیں ہیں

قدموں کے اضطراب کا انجام کیا رہا

اعجاز عسکری

پتھر پہ پاؤں دھر کے وہ بت سوچتا رہا   میں اپنی انگلیوں کی نسیں نوچتا رہا
ہاتھوں کے رنگ جھیل کے پانی میں بہہ گئے   سینے کا درد صورتِ پتھر پڑا رہا
سورج اداسیوں کے سمندر میں کھو گیا   بنجر زمیں پہ خوف کا سایہ پڑا رہا
منظّم تمام آنکھ کے صحرا میں جل گئے   اور دید کی ہوس تھی کہ میں دیکھتا رہا
گو خاک پہ رہا تھا مگر مثل سبزہ میں   دلدادہ سرشتِ خرامِ صبا رہا
انجان وادیوں کے مسافر کہاں گئے
قدموں کے اضطراب کا انجام کیا رہا

مسلماں پھر سے تو کھوئی ہوئی وہ شان پیدا کر

محمد راشد رحیمی بڈیڈوی

رہِ حق میں تو ہو قربان یہ ارمان پیدا کر   فدا جو مذہب اسلام پر ہو جان پیدا کر
رسول اللہ کو، اللہ کو تو ہے بھلا بیٹھا   مسلماں کچھ تو دل میں دین کا رجحان پیدا کر
شریعت چھوڑ کر تیرا نہیں جینے میں کچھ جینا   مسلماں اور ذلت کا نہ اب سامان پیدا کر
جو کل قدموں میں تھے تیرے وہ سر پہ آج چڑھ بیٹھے   مسلماں پھر سے تو کھوئی ہوئی وہ شان پیدا کر
زمانہ آزمانا چاہتا ہے تیری طاقت کو   اندھیرے سے نکل اب قوتِ ایمان پیدا کر
اگر طالب ہے راحت کا تو عامل بن شریعت کا   بھلائی ہے اسی میں الفتِ قرآن پیدا کر
صفایا کر کے داڑھی کا بنا انگریز ہے ظالم   شرم کر کچھ، مسلمانی ذرا پہچان پیدا کر
برے کرتب بھی کرنے اور تمنا نیک نامی کی   ارے ناداں کبھی یہ دل میں نہ خفقان پیدا کر
نہ کل پر چھوڑ تو کر لے گناہوں سے ابھی توبہ   کھڑی ہے موت سر پہ آخرت کا دھیان پیدا کر
حسد، نفرت، ریا، کینہ مٹا کر دل سے اے راشد
ذخیرہ آخرت کی خیر کا انسان پیدا کر

حکومت نکاح کی عمر متعین کرنے سے باز رہے

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا بیان

نئی دہلی: ۲۰ر دسمبر ۲۰۲۱ء: جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنے پریس نوٹ میں کہا ہے کہ نکاح انسانی زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے؛ لیکن نکاح کس عمر میں ہو، اس کے لئے کسی متعین عمر کو پیمانہ نہیں بنایا جا سکتا، اس کا تعلق صحت وتندرستی سے بھی ہے اور سماج میں اخلاقی اقدار کے تحفظ اور سوسائٹی کو اخلاقی بگاڑ سے بچانے سے بھی؛ اسی لئے نہ صرف اسلام بلکہ دیگر مذہب میں بھی نکاح کی کوئی عمر متعین نہیں کی گئی ہے، اس کو عاقدین اور اُن کے سرپرستوں کی صوابدید پر رکھا گیا ہے، اگر کوئی لڑکا یا لڑکی ۲۱ر سال سے پہلے نکاح کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور نکاح کے بعد عائد ہونے والے واجبات کو ادا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے تو اس کو نکاح سے روک دینا ظلم اور ایک بالغ شخص کی شخصی آزادی میں مداخلت ہے، سماج میں اس کی وجہ سے جرائم کو بڑھاوا مل سکتا ہے۔

۱۸ر سال یا ۲۱ر سال شادی کی کم سے کم عمر متعین کر دینا اور اس سے پہلے نکاح کو خلاف قانون قرار دینا نہ لڑکیوں کے مفاد میں ہے، نہ سماج کے لئے بہتر ہے؛ بلکہ اس سے اخلاقی قدروں کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے، ویسے بھی کم عمر میں نکاح کرنے کا رجحان آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے؛ لیکن بعض دفعہ ایسے حالات آتے ہیں کہ مقررہ عمر سے پہلے ہی نکاح کر دینے میں لڑکی کا مفاد ہوتا ہے؛ اس لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایسے بے فائدہ بلکہ نقصاندہ قانون بنانے سے باز رہے۔

بقیہ: —— مراسلات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ایک آدمی نے ہوا پر لعنت بھیجی - اور مسلم بن ابراہیم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں ہوا کسی آدمی کی چادر اڑا کر لے گئی تو اس نے ہوا کو لعنت کی - حضورؐ نے فرمایا: ہوا کو لعنت مت کرو کیوں کہ وہ تو اپنے کام پر مامور ہے۔ بے شک اگر کسی نے کسی غیر اہل چیز پر لعنت کی، تو لعنت کرنے والے کی طرف لوٹتی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

جانوروں پر لعنت کی ممانعت

رسول اللہؐ نے جانوروں تک پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہؐ ایک سفر میں تھے۔ انصار کی ایک عورت اونٹنی پر سوار تھی۔ اچانک وہ اونٹنی بدکنے لگی تو اس عورت نے اپنی اونٹنی پر لعنت کی۔ رسول اللہؐ نے سن لیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس اونٹنی پر جو سامان ہے اسے پکڑ لو اور اس اونٹنی کو چھوڑ دو، کیوں کہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛ گویا میں اب بھی اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اونٹنی لوگوں کے درمیان چل پھر رہی ہے اور کوئی آدمی اس سے تعرض نہیں کر رہا۔ (مسلم)

مولانا ندیم احمد انصاری

بقیہ: —— گاہے گاہے باز خواں...

رس اثرات مرتب ہوں گے۔ اس سے مسلمانوں اور مسلم ملکوں کو یہ سبق حاصل کرنا ہوگا کہ اگر ان میں اتحاد ہوجائے تو ان کی بات سنی جائے گی اور دنیا میں ان کی طاقت ہوگی اور مغرب کو یکے بعد دیگرے مسلم ملکوں کو نشانہ بنانے کا موقع نہیں ملے گا جس پر گہری اور منصوبہ بند سازش کے تحت عمل ہو رہا ہے، پہلے افغانستان پھر عراق اور اب شام، فلسطین اور ایران کے سلسلہ میں مغرب کی پالیسی اسی سازش کا حصہ ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ امریکہ اور یورپ ہر معاملہ میں متحد نہیں ہیں۔ دونوں کے درمیان زبردست اختلافات پائے جاتے ہیں، اس کے باوجود بعض مجبوریوں نے یورپ کو امریکہ کے ساتھ باندھ رکھا ہے۔

اہانت رسول کی اس جسارت کے خلاف پورا عالم اسلام کمربستہ ہے۔ ہندستان کے مسلمان بھی اس سلسلہ میں اپنی شدید ناراضگی کا اظہار کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ ہندستانی مسلمانوں کی موقر تنظیم جمعیۃ علماء ہند نے تو ڈنمارک کے اس کارٹونسٹ کی اس ذلیل حرکت کے خلاف ایک طرح سے بگل ہی بجا دیا ہے۔ یکم مارچ کو راجدھانی کے رام لیلا میدان میں اس نے ایک جلسۂ عام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اہانیت آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے خلاف مؤثر احتجاج کا اعلان کیا ہے۔ اسی اجلاس کے ذریعہ لاکھوں بے قصور انسانوں اور معصوم بچوں کے قاتل امریکی صدر جارج بش کے دورۂ ہند پر نفرت وبیزاری کا اظہار بھی کیا جائے گا۔

ہمارے خیال میں مسلمانوں کو خاص طور پر ہندستانی مسلمانوں کو اپنے احتجاج اور اظہارِ ناراضگی میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ ہندستان کے فرقہ پرست یہ ہی چاہتے ہیں کہ مسلمان بے قابو ہوجائیں اور پھر انھیں اپنی خواہش کی تکمیل کا موقع مل جائے۔ اس لیے رام لیلا میدان کے اس اجلاس میں خاموشی کے ساتھ شریک ہوں اور اسلام دشمن طاقتوں پر یہ واضح کردیں کہ وہ منظّم ہیں اور ان کا اتحاد پائیدار اور مستحکم ہے۔ جلسہ کے قائدین و منتظمین احتجاج کے لیے جو راہِ عمل تیار کریں سب شرکاء اس پر عمل کریں۔ یاد رکھئے آپ کا اتحاد اور آپ کا نظم وضبط ہی آپ کے مخالفوں کا حوصلہ پست کردینے کے لیے کافی ہوگا۔

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

بقیہ — منفی طرزِ فکر....

بلکہ ہمارا نصب العین افراد سازی اور سماج کی تعمیر ہے، اس کے بعد بھی یوپی کے نائب وزیر اعلیٰ اور دیگر کی طرف سے سپریم کورٹ کے فیصلے کو اپنا کارنامہ بنا کر کاشی، متھرا کے مندر، مسجد کو فرقہ وارانہ رنگ میں سامنے لانا انتہائی خراب سیاسی کھیل ہے۔

اس کے سلسلے میں یوگی کا بیان بڑا معنی خیز ہے کہ اجودھیا میں رام کی پوجا ہو رہی ہے اور کاشی میں وشوناتھ اور متھرا میں کرشن کی پوجا ہو رہی ہے، اس کا مطلب موریہ کے بیان کے برعکس نکل رہا ہے۔ ایک طرف یہ کہنا کہ ہمارے لیے عبادت گاہوں میں امتیاز اور طریق بندگی کے اختلافات کوئی معنی نہیں رکھتے ہیں تو دوسری طرف مندر، مسجد اور نماز، اذان کے نام پر نفرت انگیز سیاست اور جارحانہ سرگرمیاں ہندوتوادی فکر وعمل اور دعوے کے کھلے تضادات کو سامنے لاتی ہیں۔ یہ ہندوتو کی ناکامیوں اور معقولیت ومعنویت کے لحاظ سے ناقابل قبول بنانے کے بہت سے اسباب میں سے ہے۔ ڈاکٹر بھاگوت کے محض یہ دعویٰ کردینے سے کہ بھارت ہندو ہے اور ہندو ہی بھارت ہے، تضادات اور ہندوتو سے متعلق بنیادی سوالات ختم نہیں ہوجائیں گے۔ وہ بھارت کو ہندو کے ہم معنی قرار دے کر اپنے اس دعوے کی تردید وتکذیب کرجاتے ہیں کہ بھارت کا نظریہ سب کو ساتھ لے کر چلنے کا ہے۔ ۱ر دسمبر ۲۰۲۱ کو گوالیار میں ڈاکٹر بھاگوت کے خطاب سے بھارت کی تنوعات تنازعات میں بدل جاتی ہیں۔ یہ ایک طرح سے بھارت کی کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کی جاری روایت اور اس کی بنیاد پر تشکیل شدہ ہندستانی تکثیری سماج کو ختم کرکے برہمن وادی تفوق و بالاتری پر مبنی جارحانہ ومنفی ہندوتو کے نظریے پر قائم ایک کلیت پسندانہ سماج بنانے کی مذموم سعی ہے۔ ہندوتو کی سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ اس کے حامل عناصر اپنے نظریہ و روایات کے مطابق آج تک کوئی مربوط ومکمل نظام حیات اور قانونِ عمل سماج کو نہیں دے سکے ہیں۔ وہ سرمایہ دارانہ نظام کے فروغ و تحفظ کے تحت ہندوتو اور راشٹر واد کے جارحانہ منفی اور مفروضے نعرے سے اقتدار میں تو آ گئے ہیں لیکن کوئی بہتر متبادل طرزِ حکومت اور نظام حیات فراہم کرنے میں بری طرح ناکام ہیں۔ اس کی تلافی تنازعات و تنافر سے نہیں ہوسکتی ہے۔ تنوعات کے بجائے تنازعات میں زندگی کی تلاش ناکام کوشش کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ انصاف کی فراہمی کے بجائے مسائل کے نام پر متنازع مسائل کے حل کی بات قطعی بے فائدہ وبے نتیجہ عمل ہے، اس سے زیادہ دونوں تک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جب تک ہندوتوادی ذہنیت کا انہدام نہیں ہوجاتا تب تک تنازع اور نفرت انگیزی میں زندگی کی تلاش کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ □□

بقیہ — نوکری کے بجائے....

ضرورت بھی نہیں۔ مضامین یا بلاگ لکھنا بلاشبہ ایک نہایت اہم مہارت ہے اور آج کے ڈیجیٹل دور میں جہاں سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی بدولت ذرائع ابلاغ اور معلومات کی بھرمار ہے، وہاں لکھنے کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ کو لکھنے میں مہارت ہے تو ویب سائٹ، بلاگ یا فیشن پر تحریر لکھ سکتے ہیں اگر آپ کسی بھی موضوع یا مطالعاتی میدان میں ماہر ہیں تو آسانی سے متعلقہ مضامین لکھ کر پیسے کما سکتے ہیں۔

سپریڈ شیٹس، ایم ایس ورڈ یا آفس سے متعلق کام بنیادی گرافک ڈیزائننگ یا سوشل میڈیا پوسٹ بنانے کا کام سوشل میڈیا پوسٹ بنانے کا کام اس وقت فری لانسنگ میں کافی مقبول ہے اور نوجوانوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہا ہے جو بغیر کسی سرمائے کے شروع کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت فری لانسنگ کی ڈیمانڈ جن شعبوں میں ہے، ان میں ڈیجیٹل مارکیٹنگ بھی ہے۔

ڈیجیٹل ٹیکنالوجی نے عالمی تجارت کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کے استعمال سے پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ نوجوانوں کی قابلیت کا ایک رخ ہے کہ وہ اپنی مدد آپ کے تحت جدید دور کے تقاضوں سے اپنے آپ کو جوڑ رہے ہیں۔ کچھ نیا کرنے کا جذبہ ان میں تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس شعبے میں ترقی بہت تیز رفتاری سے ہو رہی ہے ساتھ ہی ٹیکنالوجی بھی دن بدن بدلتی اور ترقی کرتی رہی ہے اس لیے نوجوان اپنی شناخت بنانے کی سعی کر رہے ہیں۔

ایک بڑی تعداد اس شعبے سے وابستہ ہے۔ فری لانسنگ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ آپ روپے ہی میں نہیں بلکہ ڈالر میں بھی کماتے ہیں تو اس سے انفرادی اور ملکی فائدہ ہوتا ہے۔ بیرون ملک اپنے ملک کا نام روشن کرنے والے ذہین اور کامیاب نوجوان ملک کا اثاثہ ہیں۔ کچھ کرنے کا حوصلہ آج کی نوجوان نسل کو کامیابی سے نہیں روک سکتا۔

نوجوانوں کی اس شعبے میں دلچسپی اور کامیابی کو دیکھتے ہوئے حکومت بھی سرکاری سطح پر تربیت فراہم کر رہی ہے۔ فری لانسنگ کی جو تربیت دی جارہی ہیں وہ زیادہ تر ڈیجیٹل مارکیٹنگ اور ڈیزائننگ کی ہیں۔ گرافکس ڈیزائننگ، آٹوکیڈ، کری ایٹو رائٹنگ، ڈیجیٹل لیٹریسی، ای کامرس مینجمنٹ، فری لانسنگ، کوائک بکس، سرچ انجن اوپٹی مائزیشن (ایس ای او) ورڈ پریس، ڈیجیٹل مارکیٹنگ سمیت تمام کورسز شروع کروائے گئے ہیں۔ کورس مکمل ہونے کے بعد سرٹیفکیٹ بھی دیئے جائیں گے۔ نوجوانو! نوکری کے پیچھے بھاگنا چھوڑیں۔ ہنر سیکھیں اور یقین کریں کچھ ہی مہینوں، سالوں میں آپ کئی لوگوں کے لیے روزگار کا ذریعہ بن جائیں گے۔ آئی ٹی بزنس پر کسی قسم کا کوئی ٹیکس بھی نہیں۔ یاد رکھیے کسی بھی کاروبار میں کامیابی آپ کی ڈگریوں کی نہیں بلکہ آپ کی ذہانت ومہارت اور محنت ولگن کی محتاج ہوتی ہے۔ □□

بقیہ — معاشرہ کی چند خرابیاں....

فرمائی تھیں جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے رسول اللہؐ نے جب حضرت فاطمہؓ کا نکاح کیا تو ان کے ساتھ ایک چادر، چمڑے کا تکیہ جس کے اندر کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو چھوٹے گھڑے۔ (مسند احمد ونسائی) لیکن اسے سنت کہنا درست نہیں ہے کیونکہ رسول اللہؐ نے اپنی دو بیٹیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیا تھا اور ان دونوں کو کوئی چیز دینا احادیث میں وارد نہیں ہے۔ اگر جہیز دینا سنت ہوتا تو آپ اپنی تمام بیٹیوں کو بلاتفریق جہیز سے نوازتے۔ حضرت علیؓ کے نکاح کے وقت نہ حضرت علیؓ کا اپنا کوئی ذاتی گھر تھا اور نہ ہی کوئی ساز وسامان۔ جب آپؓ کے نکاح کی خبر حضرت حارث بن نعمانؓ نے سنی تو بخوشی اپنی سعادت سمجھتے ہوئے اپنا ایک گھر حضرت علیؓ کو رہنے کے لئے پیش کردیا۔ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ حضرت عثمانؓ کو فروخت کردی اور حضرت عثمانؓ نے وہ زرہ حضرت علیؓ کو تحفہ میں دے دی۔ اسی زرہ کے پیسے سے حضرت فاطمہؓ کے گھر کا سامان خریدا گیا اور حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہؓ کو حکم دیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ان کے گھر تک جاؤ۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سارا سامان حضرت علیؓ کے پیسے سے خریدا گیا تھا نہ کہ آپ نے حضرت فاطمہ کو جہیز میں دیا تھا۔ اس واقعہ کو جہیز لینے اور دینے کے لئے کسی طرح حجت نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مہر کے علاوہ فریقین میں سے کسی طرف سے کوئی مال یا جائداد مطالبہ کرکے لینا جائز نہیں ہے۔ مگر لوگ اپنی بیٹی یا داماد اور اس کے گھر والوں کو بغیر کسی مطالبہ کے اپنی استطاعت کے مطابق جو سامان دیں تو اس کی گنجائش ضرور ہے لیکن اس میں بھی حتی الامکان کمی کرنی چاہیئے تاکہ غریبوں کی بچیوں کی شادی آسان ہوسکے اور جہیز کی کثرت کی وجہ سے جو نقصانات سامنے آرہے ہیں ان پر کسی حد تک قابو پایا جاسکے۔ مہر عورت کا حق ہے، اس کو نکاح کے وقت متعین ادا کرنا چاہئے۔ مہر میں حسب استطاعت درمیانہ روی اختیار کرنی چاہئے نہ بہت کم اور نہ بہت زیادہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں تقریباً جگہوں پر مہر کا ذکر فرمایا ہے، لہٰذا ہمیں مہر ضرور ادا کرنا چاہئے۔ اگر ہم بڑی رقم مہر میں ادا نہیں کرسکتے اور لڑکی کے گھر والے مہر میں بڑی رقم متعین کرنے پر بضد ہیں جیسا کہ ہمارے ملکوں میں عموماً ہوتا ہے، تو ہمیں حسب استطاعت کچھ نہ کچھ مہر ضرور نقد ادا کرنی چاہئے (اور باقی مؤجل طے کرلیں) جیسا کہ نبی اکرمؐ نے حضرت علیؓ کی زرہ فروخت کراکے مہر کی ادائیگی کرائی۔ آج ہم جہیز اور شادی کے اخراجات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں لیکن مہر کی ادائیگی جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس سے کتراتے ہیں۔ مقدار مہر کی تعین میں بے اعتدالی نہ برتی جائے اس کی مقدار اتنی ہو کہ مرد بآسانی ادا کردے۔ فرمان رسولؐ ہے: عورتوں کے مہر کے معاملے میں غلو نہ کرو کہ عداوت کا سبب بن جائے۔ مسند احمد

حقوق العباد میں کوتاہی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی پیسہ اور دنیا کا سامان نہ ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز، روزہ، زکوٰۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو (ان حقوق کے بقدر) حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دئے جائیں گے اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ مسلم۔ جن کبیرہ گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی، ان میں کوتاہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا، ان شاء اللہ۔ لیکن اگر گناہوں کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے مثلاً کسی شخص کا سامان چرایا یا کسی شخص کو تکلیف دی یا کسی کو گالی دی یا کسی شخص کا حق مارا تو قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی معافی کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ جس بندے کا حق ہے، اس کا حق ادا کیا جائے یا اس سے حق معاف کروایا جائے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ واستغفار کے لئے رجوع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام مذکورہ برائیوں سے محفوظ فرما کر صالح معاشرہ کی فکر کرتے ہوئے اسلامی زندگی گزارنے والا بنائے، آمین۔ □□

حضرت مولانا قاری سیّد محمد عثمان منصورپوریؒ کا دورِ صدارت جمعیۃ کی تاریخ کا سنہرا دور تھا

نئی دہلی میں منعقد ایک اجلاس میں ان کی حیات وخدمات پر الجمعیۃ کے 'امیر الہند رابع نمبر' کا اجرا ان کے نام پر مجاہد ختم نبوت ایوارڈ کا اعلان، اجلاس میں ملک کی اہم شخصیات کی شرکت وخطاب

نئی دہلی ۱۷/دسمبر ۲۰۲۱ء: آج جمعیۃ علماء ہند کے صدر دفتر نئی دہلی کے مدنی ہال میں جمعیۃ علماء ہند کے سابق صدر امیر الہند رابع حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوریؒ کی حیات وخدمات پر مشتمل ہفت روزہ الجمعیۃ کا خصوصی شمارہ 'امیر الہند رابع' نمبر کا اجرا عمل میں آیا۔ اس موقع پر صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود اسعد مدنی کی دعوت پر ملک کے مقتدر علماء ودانشوران شریک ہوئے۔

رسم اجر تقریب کے ساتھ ایک خصوصی اجلاس کا انعقاد بھی عمل میں آیا، جس کی صدارت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی شیخ الحدیث ومہتمم دار العلوم دیوبند نے کی، اجلاس میں مہمان خصوصی کے طور پر امیر الہند حضرت مولانا سید ارشد مدنی شریک ہوئے۔ ان کے علاوہ استاذ الاساتذہ مولانا نعمت اللہ اعظمی دار العلوم دیوبند، مولانا عبد العلیم فاروقی، مولانا رحمت اللہ کشمیری، مولانا اشہد رشیدی، نائب امیر الہند مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری اور پروفیسر اختر الواسع سمیت متعدد اہم شخصیات نے خطاب کیا۔

اپنے صدارتی خطاب میں مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی نے کہا کہ قاری محمد سید عثمان نور اللہ مرقدہ کی سراپا فیض شخصیت اپنے جلو میں علمی، عملی، دینی، سماجی اور ملی سربراہی اور خدمات کے بے شمار پہلو لیے ہوئے ہے۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو خدمت گاروں کے لیے رہنمائی اور دستگیری کا سامان رکھتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مرحوم دار العلوم کے انتہائی باصلاحیت اساتذہ میں شمار کیے جاتے تھے، چاہے دفتر ختم نبوت ہو، تحقیق وتالیف، اصلاح معاشرہ، نائب مہتمم کی ذمہ داری ہو، انھوں نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ درخشندہ زندگی کے جن گوشوں پر روشنی ڈالی جائے، اس پر آنے والی نسل چلے۔

اپنے کلیدی خطاب میں مہمان خصوصی امیر الہند حضرت مولانا سید ارشد مدنی نے کہا کہ قاری سید محمد عثمان صاحب حسن اخلاق کا نمونہ، پاکیزہ صفت اور کامیاب استاذ تھے۔ ان کی گھریلو زندگی بھی پاک وصاف تھی، ان کی ایک خاص صفت یہ تھی کہ انھوں نے فراغت کے بعد روحانی ترقی کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے تعلق قائم کیا اور انھی کے حکم پر فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ سے مربوط ہو کر روحانیت کی بلندی حاصل کی، ان کے اندر خدا ترسی اور حقوق کی ادائیگی وغیرہ جو بھی صفات تھیں وہ کثرت ذکر اور خشیت الٰہی کی وجہ سے تھی۔

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی نے اپنے خطاب میں کہا کہ آپ حضرات کا حضرت قاری صاحبؒ کی خوبیاں بیان کرنا حدیث کی روشنی میں حضرت کے جنتی ہونے کی دلیل ہے، حضرت قاری صاحبؒ اعلی درجہ کے متواضع، متقی اور منصف مزاج شخص تھے جس کی گواہی وہ سبھی حضرات دیں گے جنھوں نے قاری صاحب کے ساتھ کام کیا ہے

جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے اپنے خطاب میں تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، جنھوں نے ملت کی اس شخصیت کے خراج عقیدت کے موقع پر شرکت کی، انھوں نے اس موقع پر قاری محمد عثمان منصور پوریؒ کی عظیم دینی خدمت 'تحفظ ختم نبوت' پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی یاد میں 'مجاہد ختم نبوت ایوارڈ' کا اعلان کیا، ایوارڈ کی شکل یہ ہوگی کہ مقالہ نگاری کا مسابقہ ہوگا جس کے لیے تین عناوین طے کیے گئے ہیں، اس سے متعلق شرائط وطریقہ کار کا جلد اعلان کیا جائے گا (ان شاء اللہ)۔ مولانا مدنی نے کہا کہ حضرت ممدوح میرے استاذ ومربی تھے، انھوں نے اپنی زندگی میں جس ذمہ داری کو سنبھالا، اس میں جان ڈال دی۔ ۲۰۰۸ء میں جمعیۃ علماء ہند کے صدر منتخب ہوئے، ان کے دور میں جمعیۃ علماء ہند نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اصول پسندی اور پختہ عزم میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند نے دہشت گردی کے خلاف تحریکیں چلائیں جن کے مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ ایسے لوگ آنے والی نسل کے لیے مشعل راہ ہوتے ہیں، ان کے پیغامات تاریکی میں قندیل رہبانی کا کام کرتے ہیں۔

نائب امیر الہند حضرت مولانا مفتی سید سلمان منصور پوری نے اپنے خطاب میں کہا حضرت والد صاحبؒ کی زندگی کی چار نمایاں خوبیاں تھیں (۱) تربیت ورجال سازی (۲) تدریس میں انہماک و امتیاز (۳) ایمانی غیرت، علمی رسوخ اور بہادری کے ساتھ فرقہ باطلہ کا مقابلہ (۴) اصول پسندی۔ انھوں نے الجمعیۃ کے خاص نمبر کی اشاعت پر ذمہ داران جمعیۃ کا شکریہ بھی ادا کیا۔

امیر شریعت اتر پردیش مولانا عبد العلیم فاروقی نے اپنے خطاب میں کہا کہ مولانا ممدوح میں دین وشریعت کی حمایت ونصرت کے جذبات بدرجہ اتم موجود تھے۔ انھوں نے تحفظ ختم نبوت کے کام کو دن رات کا اوڑھنا بچھونا بنایا تھا، پورے ملک میں قادیانیوں کے حربوں کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنا، برموقع ان کی گرفت کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا، اس محاذ پر ان کی نمایاں وممتاز خدمات فراموش نہیں کی جاسکتیں۔

پروفیسر اختر الواسع نے کہا کہ مولانا مرحوم کی شخصیت علم وحلم کی پیکر تھی، انھوں نے کہا کہ جو قوم اپنے محسن ومربی کو یاد رکھتی ہے، اسے مستقبل میں کامیابی ملتی ہے۔ مولانا رحمت اللہ کشمیری رکن شوری دار العلوم دیوبند نے کہا کہ آپ کی ذات انتہائی منکسر المزاج اور اصول پسندی کا حسین امتزاج تھی۔ مولانا سید اشہد رشیدی مہتمم جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد نے کہا کہ ان کی زندگیوں کی بہت ساری خوبیوں میں ایک اہم خوبی صلہ رحمی تھی۔ مولانا حکیم الدین قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند نے اپنے کلمات افتتاحیہ میں کہا کہ ۲۰۰۸ء میں آپ کو جمعیۃ علماء ہند کا صدر منتخب کیا گیا، آپ جمعیۃ علماء ہند کے آٹھویں صدر تھے، آپ کل ۱۳/سال ۲/ماہ ۱۵/دن جمعیۃ علماء ہند کے صدر رہے۔ ہم نے حضرت قاری صاحبؒ کو ہمیشہ اصول پسند، دوربیں اور امت کے مسئلہ میں فکرمند پایا۔ ان کی زندگی کا سب سے اہم درس یہ ہے کہ جماعت اور ملت کا مفاد، ذات سے اوپر ہے، ان کی یہ تعلیم اور طریقہ کار کسی بھی جماعت کے وجود اور بقا کے لیے نہایت اہم ہے اور اسی سے لوگوں میں قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

ان مذکورہ شخصیات کے علاوہ مولانا بدر الدین اجمل صدر جمعیۃ علماء آسام، ڈاکٹر سید محمد فاروق دہلی، مولانا نیاز احمد فاروقی سکریٹری جمعیۃ علماء ہند، مولانا محمد سلمان بجنوری دار العلوم دیوبند، مولانا مفتی خورشید انور گیاوی ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند، مولانا محمد راشد گورکھپوری، مولانا شمشاد رحمانی نائب امیر شریعت بہار وجھارکھنڈ واڈیشہ، مولانا قاری شوکت علی ویٹ، مولانا شاہ عالم دار العلوم دیوبند، مولانا منیر الدین دار العلوم دیوبند، مولانا مفتی عبد اللہ معروفی دار العلوم دیوبند، مولانا عبد الحمید نعمانی، مولانا شمیم احمد امیر شریعت دہلی، مولانا مفتی ذکاوت حسین نائب امیر شریعت دہلی نے بھی خطاب کیا، نظامت کے فرائض مفتی سید محمد عفان منصور پوری نے انجام دیے۔ انھوں نے خصوصی نمبر کی تدوین کے لیے مولانا محمد سالم جامعی ایڈیٹر ہفت روزہ الجمعیۃ اور معاون مدون ڈاکٹر عبد الملک رسول پوری کو مبارک باد دی۔ ان کے علاوہ مولانا صدیق اللہ چودھری صدر جمعیۃ علماء مغربی بنگال، مولانا سید محمد نعیم، خاں جہاں پوری، مولانا محمد سالم مرادآباد، سعود احمد ایڈوکیٹ، مولانا سید محمد سلیم منصور پور، سید محمد رافع مظفر نگر، مولانا یحییٰ کریمی میوات سمیت بڑی تعداد میں علمائے کرام ودانشوران موجود تھے۔

میسور کی قدیم تاریخی 'ٹیپو سلطان مسجد' پر آر ایس ایس کے غنڈوں کا حملہ

۱۸/دسمبر ۲۰۲۱ء: سری رنگا پٹم میسور میں موجود ۲۵۰ سالہ پرانی تاریخی 'ٹیپو سلطان مسجد' جس کو خود ٹیپو سلطان شہید نے بنوائی تھی، پر ۱۶/دسمبر ۲۰۲۱ء کو آر ایس ایس اور بجرنگ کے غنڈوں کا ہزاروں کی تعداد میں حملہ کردینا ملک وتاریخ کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ یہ صرف ایک مسجد پر حملہ نہیں؛ بلکہ لاکھوں ہندستانیوں کی شہادت، ملک کی اربوں کی لوٹ اور پوری انگریزی دشمنی کی کھلی حمایت کا اعلان ہے۔ انھی غداروں کی وجہ سے لاکھوں ہندستانیوں کو شہادت کا جام پینا پڑا، اور ہمارا پیارا سونے کی چڑیا ہندستان اجاڑ سے دوچار ہوا، آج پھر سے یہ غنڈے اور دیش و دستور کے غدار، ملک اور اس کی تاریخ کو ختم کردینے کے درپے ہیں۔ ان سارے غنڈوں کے خلاف فوری طور پر سخت قانونی کارروائی کی جائے۔ ورنہ پورے ملک میں تحریک چلائی جائے گی۔ ان باتوں کا اظہار آل انڈیا امامس کونسل کے قومی ناظم عمومی مفتی حنیف احرار قاسمی نے کیا۔ انھوں نے کہا کہ اب سوا سو کروڑ ہندستانی جاگ چکے ہیں۔ یہ ۱۹۹۲ء کا زمانہ نہیں ہے جو مسلمان، حکمرانوں کے بھروسے گھروں میں بیٹھے رہیں گے۔ ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کا دہشت گردانہ حملہ اور ۹/نومبر ۲۰۱۹ء کا غیر منصفانہ فیصلہ، دونوں نے یہاں کے باشندوں کو سکھا دیا ہے کہ اگر اس ملک میں جمہوریت، تاریخ اور تہذیب کو بچانا ہے تو سارے باشندوں کو خود جمہوری طریقے سے دفاع کے لیے قانونی لڑائی لڑنی ہوگی۔ اب اپنا اور اپنے ملک کے دفاع کے لیے پورا دیش جاگ چکا ہے۔ اب اور اس طرح کے مظالم ہرگز برداشت نہیں کیے جائیں گے۔

انھوں نے مزید کہا کہ ہم حکومت اور انتظامیہ کے خلاف نہیں ہیں؛ بلکہ ان فسطائی طاقتوں کے خلاف ہیں جو آج ہمارے سسٹم کو یرغمال بنا کر، فسطائیت کو فروغ دینے کے لیے ملک، دستور اور عوام کے ساتھ کھلواڑ کر رہی ہیں۔ کونسل کے قومی ناظم عمومی مفتی احرار قاسمی نے کہا کہ سنگھی غنڈوں کو کسی بھی صورت میں ان کے ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اور آنے والے وقت میں ان شاء اللہ ہر موقع پر انھیں منہ کی کھانی پڑے گی اس لیے آل انڈیا امامس کونسل تمام جمہوریت پسند اور انصاف دوست ہندستانیوں سے اپیل کرتی ہے کہ ان کے خلاف مضبوط آواز بلند کریں اور کرناٹک حکومت اور عدالت سے مطالبہ کرتی ہے کہ ان سنگھی غنڈوں کے خلاف فوری طور پر سخت سے سخت قانونی کارروائی کرے۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

مومن کسی پر لعنت کرنے والا نہیں ہوتا

مکرمی! رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں رحمتیں عام کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ آپ کا مبارک مزاج لوگوں کو لعنت ملامت کرنے کا نہیں تھا۔ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر جس مثالی عفو ودرگزر کا معاملہ فرمایا تھا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپؐ نے صرف مومنوں پر لعنت کرنے سے ہی منع نہیں فرمایا، بلکہ جانوروں اور ہوا تک پر لعنت کرنے سے روکا ہے۔ کافروں اور مشرکوں کو بعض صورتوں میں گوکہ لعنت کی گئی ہے، لیکن اسے مستقل نیکی قرار نہیں دیا گیا۔ اس لیے بد سے بدتر انسان پر لعنت کرنا زیادہ سے زیادہ جائز اور مباح ہوسکتا ہے، لیکن شریعت کی رو سے فرض وواجب ہرگز نہیں۔ نیز کسی خاص شخص کا نام لے کر لعنت کرنا، جب کہ اس کی آخری حالت کا یقینی علم بھی نہ ہو، ایسی جرات کا اظہار کرنا ہے جو وبالِ جان ہی نہیں، وبالِ ایمان ثابت ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب تک کسی پر لعنت کرنا نص سے ثابت نہ ہو، تب تک اس پر لعنت کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ اگر وہ شخص لائقِ لعنت نہیں تو اس پر لعنت کرنا اپنی جان اور ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ اگر وہ لائقِ لعنت وملامت تھا اور آپ نے اس پر لعنت وملامت نہیں کی، تو بھی آپ گنہ گار نہیں ہوں گے۔ ان شاء اللہ

رحمۃ للعالمینؐ کی رحمت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گالی گلوچ کرنے والے، بدگوئی کرنے والے اور لعنت کرنے والے نہیں تھے۔ ہم میں سے کسی پر اگر کبھی ناراض ہوتے تو فرماتے: اس کی پیشانی خاک آلود ہو، اس کو کیا ہوگیا ہے؟ (بخاری)

مزاجِ نبوی

خدائے وحدہ لاشریک لہ کے سوا پوری کائنات میں کون ہے جو رسول اللہؐ سے بزرگ وبرتر ہو، لیکن آپ کی شان میں گستاخی پر بھی آپؐ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ یہودیوں کو لعنت ملامت کریں۔ پھر کسی اور کی شان میں گستاخی پر آپ کیسے اسے برداشت کر سکتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ یہود کی ایک جماعت حضرت نبی کریمؐ کے پاس آئی۔ ان لوگوں نے کہا: السَّامُ عَلَیکُم۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے اسے سمجھ لیا اور کہا: وَعَلَیکُمُ السَّامُ وَاللَّعنَۃُ ! تم ہی پر ہلاکت اور لعنت ہو! رسول اللہؐ نے فرمایا: عائشہ ان کو چھوڑو بھی، اللہ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے وہ نہیں سنا، جو ان لوگوں نے کہا؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: میں نے بھی تو وَعَلَیکُم کہہ دیا تھا (کہ تم ہی پر ہو)۔ (بخاری، مسلم)

مومن کی صفات

اخلاقِ کریمانہ کا تقاضا یہی ہے کہ مومن لعنت وملامت سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ حضرت عبد اللہ سے روایت ہے، رسول اللہؐ نے فرمایا: طعنہ دینے والا، کسی پر لعنت بھیجنے والا، فحش گوئی کرنے والا اور بدتمیزی کرنے والا مومن نہیں ہے۔ (ترمذی)

لعنت سے بچنے کی تاکید

رسول اللہؐ نے سخت تاکید فرمائی ہے کہ امت کے افراد لعنت وملامت سے گریز کریں۔ حضرت سمرہ بن جندب کہتے ہیں، رسول اللہؐ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت، غضب اور دوزخ کی پھٹکار نہ بھیجو! (ترمذی، ابوداؤد)

مومن پر لعنت کرنا

ایمان والے پر لعنت کرنا تو اور بھی قبیح امر ہے۔ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ- جو اصحابِ شجرہ یعنی درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے- نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے: جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسری ملت کی قسم کھائے وہ ویسا ہے جیسا اس نے کہا، اور جو چیز آدمی کے بس میں نہیں اس کے متعلق نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں، اور جس نے کسی چیز کے ساتھ دنیا میں خودکشی کی تو اس کے ذریعے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، اور جس نے مومن پر لعنت کی تو وہ اس کے قتل کرنے کی طرح ہے، اور جس نے کسی مومن کو کفر سے متہم کیا، وہ اس کے قتل کی طرح ہے۔ (بخاری)

گنہ گار پر لعنت کرنا

احادیثِ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایسے گنہ گار- جس پر حد جاری ہوچکی ہو- پر بھی لعنت کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہؐ کے زمانے میں ایک آدمی تھا، اس کا نام تو عبد اللہ تھا، لیکن اس کا لقب حمار یعنی گدھا پڑ گیا تھا۔ وہ رسول اللہؐ کو ہنسایا کرتا تھا۔ رسول اللہؐ نے اس کو شراب نوشی پر سزا بھی دی تھی۔ اس جرم میں ایک مرتبہ جب اسے پیش کیا گیا، تو ایک شخص نے اس کو کہا: اے اللہ اس پر لعنت فرما! یہ آدمی کس قدر اس جرم میں لایا جاتا ہے۔ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا: اس کو لعنت مت کرو۔ اللہ کی قسم! اس کو اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے۔ (کنز العمال) ظاہر ہے کہ اس کا عمل شریعت کے خلاف تھا، لیکن قلب کی کیفیت تو ہمیں معلوم نہیں ہوسکتی۔

لعنت کی نحوست

اس لیے بلاشرعی اجازت کسی پر لعنت کرنا سخت نحوست کا باعث ہے۔ حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ لعنت کرنے والے (قیامت میں) نہ گواہ ہوسکیں گے اور نہ سفارشی۔ (ابوداؤد، مسلم)

لعنت لوٹ آتی ہے

لعنت معمولی چیز نہیں ہے۔ ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے ابوالدرداء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا: بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی جانب چڑھتی ہے اور آسمان کے دروازے اس پر بند کردیے جاتے ہیں۔ پھر وہ زمین کی جانب اترتی ہے تو اس کے لیے زمین کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں۔ پھر دائیں بائیں جگہ پکڑتی ہے، اور جب کہیں کوئی گھسنے کی جگہ نہیں ملتی تو جس پر لعنت کی گئی ہے اس کی طرف جاتی ہے، جب کہ وہ اس لعنت کا حق دار ہو۔ ورنہ کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

غیر اہل پر لعنت کا وبال

انسان تو انسان خدا کی دیگر مخلوق کو بھی بلاشرعی وجہ کے لعنت کرنا جائز نہیں۔ (باقی صـ۱۴ پر)

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 17 December 2021 Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر .... عارف عزیز، بھوپال

• نابالغ بچوں کے جرائم میں اضافہ • مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ

• ماحولیات - ہندستان اپنا وعدہ پورا کرے

نابالغ بچوں کے جرائم میں اضافہ

لا اینڈ آرڈر کو بہتر بنانے اور جرائم پر قابو پانے کے دعوے تو ہر حکومت کرتی ہے لیکن جب اس تعلق سے حقائق منظر عام پر آتے ہیں تو سارے دعووں کی قلعی کھل جاتی ہے۔ نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو (این سی آر بی) جو ملک گیر سطح پر جرائم سے متعلق اعداد و شمار جمع کرتا ہے، کے مطابق گزشتہ تین سالوں کے دوران (۲۰۱۹ء کے اوائل سے ستمبر ۲۰۲۱ء تک) ملک میں جرائم کی شرح میں ۱۲ سے ۲۰ فیصد کا اضافہ ہوا ہے اور ان میں خواتین کے خلاف جرائم کی شرح میں بھاری اضافہ درج ہوا جبکہ معاشی جرائم کی تعداد بھی کافی حد تک بڑھی ہے۔ جنوبی ہند کے علاوہ شمال مشرقی ریاستوں میں حالات ملک کے دیگر علاقوں کی بہ نسبت بہتر بتائے گئے ہیں، لیکن یہاں کے آنکڑے بھی صحت مند قرار نہیں

> تقسیم ہند کے بعد اس کا الزم مسلمانوں کے سر تھوپتے ہوئے مسلمانوں کو ملزم قرار دیا گیا حالانکہ پاکستان کو گاندھی اور نہرو نے تسلیم کیا تھا جبکہ مولانا ابوالکلام آزاد نے آخر تک نئے ملک کو تسلیم نہیں کیا۔ قیام پاکستان کے حوالہ سے ہندستان سے اپنا مقدر ہمیشہ کیلئے وابستہ کرنے والے مسلمانوں کے خلاف فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

دیئے جاسکتے، جبکہ تمام ہی ریاستیں اور مرکزی زیر انتظام علاقوں میں اربابِ مجاز یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ انھوں نے جرائم پر آہنی شکنجہ کس دیا ہے، کاش کہ یہ سچ ہوتا۔ جرائم میں مسلسل اضافہ کے لیے ماہرین ہمارے نظام عدلیہ اور قانون میں موجود لچک کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں کیونکہ ہماری عدالتوں میں سنگین و قبیح جرائم کے لیے بھی مقدمات برسوں چلتے ہیں اور کئی ایک مقدمات میں (جو انتہائی سنگین نوعیت کے ہی کیوں نہ ہوں) ہمارے قابل وکلاء ملزم کو بری نہ بھی کرواسکیں تو ضمانت پر ضرور رہا کروا لیتے ہیں اور پھر مقدمات یوں ہی چلتے رہتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ملزمین کو ضمانت نہیں ملنی چاہیے لیکن مقدمہ کی نوعیت اور جرم کی شدت کو بھی ملحوظ رکھا جانا چاہیے نہ کہ صرف وکیل کے دلائل کو۔ اس سلسلے میں کئی مرتبہ ماہرین قانون اور سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹسوں نے بھی کہا ہے کہ وکلاء کو چاہیے کہ وہ جرم کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے مقدمہ کی پیروی سے ہاتھ کھینچ لیں۔ ہندستانی قانون ہر فرد کو اس بات کا حق دیتا ہے کہ وہ اپنا قانونی دفاع کرے۔ اگر کسی ملزم کو یہ سہولت میسر نہ ہو تو سرکاری سطح پر وکیل بھی مہیا کروایا جاتا ہے اور ہمارے قانون کی اسی نرمی کا غلط فائدہ اُٹھاتے ہوئے اکثر ملزم چھوٹ بھی جاتے ہیں جس سے ان کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں اور ان کے جرائم کا گراف بڑھنے لگتا ہے۔ حالیہ سالوں کے دوران دیکھا گیا ہے کہ نوعمر (نابالغ) بچوں نے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا جس کی ان سے کوئی امید نہیں کی جاسکتی تھی اور حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے عدالتوں کو جوینائل ایکٹ میں ترمیم اور حد عمر کی تبدیلی پر غور کرنے کی نوبت آ گئی۔ معاشرہ وحالات میں آ رہی یہ منفی تبدیلی کسی بھی صورت ایک مہذب سماج کے لیے موزوں قرار نہیں دی جاسکتی۔ فی زمانہ نہ صرف گاؤں دیہات بلکہ ترقی یافتہ شہروں میں بھی، جہاں رات بھی دن کا منظر پیش کرتی ہے، خواتین کا تنہا کہیں جانا مشکل ہو گیا ہے۔

مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ

کسانوں اور مرکزی حکومت کے مابین جاری تنازعہ پر ایک سال کی جدوجہد کے بعد کسانوں کی کامیابی اور مودی سرکار کی طرف سے کسان مخالف قوانین کو واپس لینے کے اعلان سے ملک کی دوسری بڑی اکثریت اور سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ کسانوں نے جدوجہد کے راستے بے سروسامانی کی حالت میں منظّم اور متحد ہو کر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا تو اس کے نتیجے میں حکومت نے ان قوانین پر عمل آوری روک دی۔ جن قوانین کو کسانوں نے اپنے مفادات کے خلاف قرار دیا اور اپنے لیے شدید نقصان دہ بتایا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا طاقت کی زبان سمجھتی ہے، دنیا کمزوروں کو جینے نہیں دیتی، جام اسی کا ہوتا ہے جو اسے آگے بڑھ کر اُٹھا لیتا ہے۔

ملک کے مسلمان ہندستان میں اس وقت حکمراں تھے جب ایسٹ انڈیا کمپنی سابق متحدہ ہندستان میں داخل ہوئی۔ انگریزوں نے متحدہ ہندستان کا اقتدار مسلمان سے چھینا اور ملک کے عوام کو غلام بنا دیا۔ آزاد ہندستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے خود اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ چونکہ انگریزوں نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا اس لیے انگریزوں کے غلبہ کی زیادہ شدید مزاحمت مسلمانوں نے ہی کی لیکن یہ تاریخ کا المیہ ہے کہ انگریزوں نے جن سے اقتدار چھینا تھا، جاتے ہوئے اقتدار انھیں واپس نہیں کیا بلکہ مذہب کی بنیاد پر متحدہ ہندستان کو تقسیم کر کے اور پاکستان قائم کر کے ہندستان کے مسلمانوں کے اتحاد اور طاقت پر ضرب لگائی۔ تقسیم ہند کے بعد اس کا الزام مسلمانوں کے سر تھوپتے ہوئے مسلمانوں کو ملزم قرار دیا گیا حالانکہ پاکستان کو گاندھی اور نہرو نے تسلیم کیا تھا جبکہ مولانا ابوالکلام آزاد نے آخر تک نئے ملک کو تسلیم نہیں کیا۔ قیام پاکستان کے حوالہ سے ہندستان سے اپنا مقدر ہمیشہ کے لیے وابستہ کرنے والے مسلمانوں کے خلاف فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اردو زبان کا سرکاری چلن ختم کر کے مسلمانوں کو عملاً گونگا بنا دیا گیا، ان پر ہندی اور علاقائی زبانوں کے سیکھنے کا بوجھ ڈالا گیا۔ متواتر فسادات کے ذریعہ جان و مال کو نقصان پہنچایا گیا اور معیشت پر ضرب لگائی گئی۔ ملک کی واحد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا اقلیتی کردار ختم کیا گیا اور مودی حکومت بننے کے ساتھ مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تین طلاق پر پابندی لگائی گئی اور اس وقت وراثت اور ترکہ کے شرعی احکام تبدیل کرنے کی تیاری ہو رہی ہے۔ ایک سے زائد نکاح کا اسلامی حق بھی ختم کرنے کی حکمت عملی تیار ہے۔ یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کی دستورِ ہند میں گنجائش کانگریس کے دور حکومت سے موجود ہے جسے مودی حکومت نافذ کرنے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ شہریت قانون اس قدر تعصب بھرا ہے کہ دوسرے ممالک کے مسلمان ہندستان کی شہریت قبول کرنا چاہیں تو انھیں اس کی اجازت نہیں جبکہ غیر مسلم غیر ملکی گھر آنگن کی طرح جب چاہیں ہندستان میں داخل ہوسکتے ہیں۔ جمہوریت میں عوامی احتجاج وزن رکھتا ہے اور کسان احتجاج پر سپریم کورٹ کا اقدام یہ حقیقت ظاہر کرتا ہے کہ عوام کی اجتماعی جدوجہد رنگ لاتی ہے۔

ماحولیات - ہندستان اپنا وعدہ پورا کرے

وزیر اعظم نریندر مودی نے موسمیاتی تبدیلی کے بارے میں ہونے والے بین الاقوامی اجلاس میں ۲۰۷۰ء تک صفر گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کا ہدف مقرر کیا ہے۔ یہ ہدف گلاسگو میں ہونے والے موسمیاتی تبدیلی کے سربراہ اجلاس میں شرکت کرنے والے دیگر ممالک کے مقابلے میں کافی بعد کی تاریخ ہے۔ ہندستان دنیا میں چین اور امریکہ کے بعد ماحول میں کاربن ڈائی آکسائڈ خارج کرنے والا دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے۔ ہندستان کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور معیشت کے لیے کوئلہ اور تیل پر بھاری انحصار کے باعث اس کا ماحول میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کا اخراج تیزی سے بڑھ رہا ہے اور اس کو اس وقت تک کم نہیں کیا جاسکتا جب تک اس میں کمی لانے کے لیے سخت اقدامات نہ کیے جائیں۔ کانفرنس میں ہندستان نے ماحول میں نقصاندہ گیس کے اخراج میں مجموعی طور پر کمی کا ہدف مقرر کرنے کی مزاحمت یہ کہتے ہوئے کی ہے کہ صنعتی ممالک کو اس بوجھ کا بہت زیادہ حصہ اُٹھانا چاہیے کیونکہ انھوں نے گزرتے وقت کے ساتھ ماحول میں نقصاندہ گیسوں کا بہت زیادہ اضافہ کیا ہے۔ ہندستان کا کہنا ہے کہ اخراج کی شدت کا ہدف جو کسی ملک کی اقتصادی ترقی کی عکاسی کرتا ہے، کا دوسرے ممالک سے موازنہ کرنے کا ایک بہتر طریقہ ہے۔ خاص طور پر وزیر اعظم مودی کا کہنا ہے کہ ہندستان ۲۰۳۰ء تک اپنی معیشت کی کاربن اخراج کی شدت میں ۴۵ فیصد کمی کرے گا۔ ہندستان کا کاربن گیسوں کے اخراج میں کمی کا یہ ہدف اس کے سنہ ۲۰۰۵ء سے ۲۰۳۰ء کے گزشتہ ہدف سے بہت زیادہ ہے جس میں ہندستان نے ۳۳ سے ۳۵ فیصد کمی لانے کا اعادہ کیا تھا، تاہم کاربن کے اخراج میں کمی لانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مجموعی طور پر ماحولیاتی آلودگی کی وجہ بننے والی گیسوں کے اخراج میں کمی ہوگی۔

حالیہ برسوں میں ہندستان کی تیزی سے ترقی پذیر معیشت کا دارومدار اس کے فوسل فیولز پر انحصار کے باعث ہے جو ملک کی زیادہ تر گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کا باعث ہے۔ موسمیاتی تبدیلی پر بین الحکومتی پینل کا کہنا ہے کہ ۲۰۵۰ء تک درجہ حرارت میں ۵ء۱ سینٹی گریڈ اضافے تک محدود کرنے کے لیے کم از کم ضرورت ہے اور اس ہدف

> ترقی پذیر معیشت کا دارومدار اس کے فوسل فیولز پر انحصار کے باعث ہے جو ملک کی زیادہ تر گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کا باعث ہے۔ موسمیاتی تبدیلی پر بین الحکومتی پینل کا کہنا ہے کہ ۲۰۵۰ء تک درجہ حرارت میں ۵ء۱ سینٹی گریڈ اضافے تک محدود کرنے کیلئے کم از کم ضرورت ہے اور اس ہدف کو پورا کرنے کیلئے دنیا کے ۱۳۰ ممالک نے عوامی سطح پر وعدہ کر رکھا ہے۔

کو پورا کرنے کے لیے دنیا کے ۱۳۰ ممالک نے عوامی سطح پر وعدہ کر رکھا ہے۔ وزیر اعظم نے وعدہ کیا ہے کہ ہندستان ۲۰۳۰ء تک اپنی فوسل فیول یعنی کوئلہ، تیل وغیرہ کے استعمال سے حاصل ہونے والی توانائی میں کمی لاکر دیگر ذرائع سے اپنی توانائی کی صلاحیت کو پانچ سو گیگا واٹس تک بڑھائے گا۔ یہ ایک مشکل ہدف ہے کیونکہ انڈیا کی اس وقت دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والی توانائی کی صلاحیت ۱۰۰ گیگا واٹس ہے اور اس نے گزشتہ برس اسے اگلے سال تک ۱۷۵ گیگا واٹس تک لے جانے کا حدف مقرر کیا تھا۔ اسی طرح ۲۰۱۵ء میں ہندستان نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ۲۰۳۰ء تک اپنی پیدا کی جانے والی بجلی کا ۴۰ فیصد بنا فوسل فیول یعنی تیل اور کوئلہ استعمال کیے بغیر حاصل کرے گا۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے یہ ہدف اب بڑھا کر ۵۰ فیصد کر دیا ہے۔ دیکھئے اس میں کتنی کامیابی ملتی ہے۔ □□

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر اور دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم
امیرالهند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصورپوری نور اللہ مرقدہٗ
کی حیات و خدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کا
امیر الہند رابع نمبر
اپنی پوری شان کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے
صفحات: ۸۱۲ سائز: ۲۳×۳۶/۸ قیمت -/800
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 0986867648 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان

آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ 9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

شرح خریداری

سالانہ	200/-
ششماہی	100/-
فی پرچہ	5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے	2500/-
دیگر ممالک کے لئے	3000/-

رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

Printed & Published by SHAKIL AHMAD SYED on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.
Designing & Composing: HUMRAN AZMI